۳۷

مخلصینِ جماعت احمدیہ سے جانی اور مالی قربانیوں کے مطالبات

(فرمودہ ۲۳- نومبر ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے گزشتہ جمعہ میں اس آئندہ تجویز کے متعلق اور اس لائحہ عمل کے متعلق جو میں جماعت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تمہیدی طور پر ایک بات بیان کی تھی- اب میں اسی تمہید کے سلسلہ میں ایک اور بات بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں بعض باتیں انسان کو مجبوراً اپنے مخالفوں سے چھپانی پڑتی ہیں- وہ اپنی ذات میں بُری نہیں ہوتیں- اس فعل کے معاً بعد اگر ان کو ظاہر کردیا جائے تو دنیا کا کوئی شخص اعتراض نہیں کرسکتا لیکن جس وقت ان پر عمل کیا جارہا ہو، اگر مخالف کو اس کا علم ہوجائے تو انسان کے لئے کامیابی مشکل ہوجاتی ہے- مثلاً ایک فوج ایک شہر پر حملہ کرتی ہے ایک مظلوم قوم کی فوج جو ظالم کے دفاع کیلئے بلکہ اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے آگے بڑھتی ہے جو اس کا اپنا تھا تو یہ نہ صرف اچھی بات بلکہ ثواب کا موجب ہے لیکن اگر یہ لوگ دشمن کی فوج کو یہ کہلا بھیجیں کہ ہم فلاں درّہ سے داخل ہوں گے، اتنے سپاہی، اتنی بندوقیں، اتنی توپیں ہمارے ساتھ ہوں گی، ہمارے لڑنے کا طریق یہ ہوگا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ان کا توڑ سوچ لے گا اور آسانی سے ان کے حملہ کو رد کردے گا-

پس گو اس قسم کا حملہ نیک کام ہے اور ثواب کا موجب ہے مگر اس کے اظہار کی

جرأت کوئی نہیں کرے گا اور سوائے کسی بیوقوف کے کوئی اس کی تفاصیل کو ظاہر کرنے کیلئے تیار نہ ہوگا۔ اس طرح اگر ہم تبلیغ کیلئے کوئی جگہ چُن لیں یا کوئی طریق تبلیغ تجویز کریں اور اس کا اعلان بھی کردیں۔ تو اس کا لازمی یہ نتیجہ ہوگا کہ مخالف بھی اپنا سارا زور اس تجویز کو ناکام بنانے میں صرف کردے گا اور اس طرح بالکل ممکن ہے کہ ہماری تجویز بہت حد تک نامکمل رہے۔ پس جس طرح ایک ہوشیار جرنیل کا کام ہے کہ دشمن کی طاقتوں کو خاص طرف لگائے رکھے اور اپنی طاقتوں کو دوسری طرف خرچ کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کرسکے۔ اسی طرح تبلیغی منتظم کا فرض ہے کہ مخالف پروپیگنڈا کو ایسی جہت پر لگائے رکھے کہ تبلیغ کے کام کو نقصان نہ پہنچے اور مخالف فریق کو اصل کام کی حقیقت کا علم نہ ہو اور اس طرح دشمن کو اس سے غافل رکھ کر کامیابی حاصل کرے۔ پس ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میری سکیم کے بعض حصے ایسے ہیں کہ میں انہیں تفصیلاً بیان نہیں کروں گا کیونکہ اگر انہیں بیان کردوں تو نتیجہ اتنا اہم اور شاندار نہیں نکل سکتا جتنا بعض تفاصیل کو نظرانداز کرنے کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ مجھے یہ بات اس لئے وضاحت سے بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ قرآن کریم میں خفیہ انجمنیں بنانے اور پوشیدہ کارروائیاں کرنے کی ممانعت ہے اور میں نے اس لئے یہ بات کھول کر بیان کی ہے کہ دونوں میں فرق معلوم ہوسکے۔ اگر کوئی خفیہ انجمن کسی کو مارنے یا قتل کرنے کا فیصلہ کرتی ہے تو یہ ایسا فعل نہیں کہ کسی وقت بھی اگر اس کو ظاہر کیا جائے تو لوگ کہیں کہ یہ بہت اچھا فیصلہ ہے۔ کوئی ایسی خفیہ کارروائی جو کسی کو قتل کرنے یا اس کے گھر کو یا کھلیان کو آگ لگانے کے متعلق ہو جب بھی ظاہر ہوگی ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ بہت بُرا فعل ہے لیکن میں جو بات کہتا ہوں وہ ایسی نہیں۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ ہم تبلیغی کام کریں گے ہاں اس میں ایک حد تک اخفاء ہوگا۔ یعنی محاذ جنگ کی یا ذرائع تبلیغ کی خبر دشمن کو نہیں دیں گے۔ وہ تبلیغ ہوگی جو جائز فعل ہے۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ ذرائع تبلیغ اور مقام کو پوشیدہ رکھیں گے اور اس طرح تبلیغ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کریں گے لیکن اس ساری سکیم میں کوئی دھوکے کا عنصر موجود نہ ہوگا۔ پس ایسی تحریکات میں جو مَیں کروں گا مؤمنین کو ایک حد تک ایمان بالغیب لانا پڑے گا اور یہ بھی ان کے ایمان کی ایک آزمائش ہوگی۔

قرآن کریم کی پہلی سورۃ میں ہی جو مقدمہ یا دیباچہ کے بعد ہے یعنی سورۃ بقرہ اس کی

ابتداء میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ [۱]۔ تو مومن کو کچھ ایمان بالغیب بھی چاہیئے۔ رسول کریم ﷺ صحابہ کو بدر کے موقع پر مدینہ سے نکال کرلے گئے مگر خدا تعالیٰ سے علم پانے کے باوجود ان کو یہ نہیں بتایا کہ لڑائی یقیناً ہونے والی ہے۔ بدر کے قریب پہنچ کر ان کو جمع کیا اور اس وقت بتایا کہ میں نے کہا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ دو میں سے ایک چیز ضرور مل کر رہے گی۔ یا تو وہ قافلہ جو شام سے آنے والا ہے اور یا دوسرا فریق جو دھمکی دینے والا ہے مل جائے گا۔ اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ ان دو فریق میں سے اللہ تعالیٰ نے جنگ کو ہی چُنا ہے۔ صحابہ بوجہ پورا علم نہ ہونے کے تیاری کرکے نہیں آئے تھے اور بہت سے تو گھروں سے ہی نہ آئے تھے اور بظاہر یہ حالت مسلمانوں کو کمزور کرنے والی تھی۔ مگر مصلحت یہی تھی کہ سارے حالات ظاہر نہ کئے جائیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ رسول کریم ﷺ کو تفاصیل مدینہ میں ہی معلوم تھیں یا مدینہ سے باہر نکلنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بتائیں مگر بہرحال قرآن کریم اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ کچھ عرصہ تک اس علم کو اخفاء میں رکھا گیا اس لئے عین موقع پر چونکہ لوگ تیار نہ تھے آپ نے دریافت فرمایا کہ اب بتاؤ کیا منشاء ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر صحابہ لڑائی نہ کرنے کا مشورہ دیتے تو رسول کریم ﷺ بھی نہ کرتے۔ خدا تعالیٰ کے سامنے صرف آپ ہی جواب دہ تھے اس لئے اگر صحابہ لڑائی نہ کرنے کا مشورہ دیتے تو آپ پھر بھی جنگ کرتے' اور کہتے کہ مجھے خدا تعالیٰ کا حکم ہے' اس لئے میں اکیلا جاتا ہوں۔ آپ کے پوچھنے کا مطلب صرف صحابہ کو ثواب میں شامل کرنا تھا۔ غرض آپ نے مشورہ پوچھا اور اس پر مہاجرین کھڑے ہوئے اور کہا یَارَسُوْلَ اللہ! ہم جنگ کیلئے حاضر ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپ نے پھر دوبارہ پوچھا کہ اے دوستو! مشورہ دو کیا کرنا چاہیئے۔ پھر مہاجرین نے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! ہم تیار ہیں۔ مگر آپ نے سہ بارہ فرمایا دوستو! مشورہ دو کیا کرنا چاہیئے۔ تب ایک انصاری کھڑے ہوئے اور کہا یَارَسُوْلَ اللہ! آپ کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مراد ہم سے ہے۔ ہم نے سمجھا تھا کہ جو مشورہ دیا گیا ہے وہ ہم سب کی طرف سے ہے مگر آپ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ انصار جواب دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میرا یہی منشاء ہے۔ تب اس صحابی نے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! شاید آپ کو اس معاہدہ کا خیال ہے جو آپ کو مدینہ میں بلانے کے وقت کیا گیا تھا۔ (نو مسلمین نے جب رسول کریم ﷺ کو مدینہ آنے کی تحریک کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی

طرف سے ان لوگوں سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر دشمن رسول کریم ﷺ کو نقصان پہنچانے یا پکڑنے کیلئے مدینہ پر حملہ کریں گے تو مدینہ کے لوگ اپنی ہر چیز قربان کرکے آپ کی حفاظت کریں گے' لیکن اگر مدینہ سے باہر جنگ ہو تو وہ ذمہ وار نہیں ہوں گے۔ اس صحابی کا اسی معاہدہ کی طرف اشارہ تھا۔) یا رسول اللہ! وہ وہ وقت تھا جب ہمیں اسلام کی پوری طرح خبر نہ تھی اور اب اس پیغام کی اہمیت کا ہمیں علم ہوچکا ہے کیا اب بھی ہم کسی قربانی سے دریغ کرسکتے ہیں۔ کچھ منزلوں پر سمندر تھا اس جہت کی طرف اشارہ کرکے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! آپ ہمیں اس سمندر میں گھوڑے ڈالنے کا حکم دیجئے' ہم کسی چُون و چرا کے بغیر سمندر میں کود پڑیں گے اور اگر جنگ ہوئی تو ہم آپ کے آگے لڑیں گے اور پیچھے لڑیں گے' دائیں لڑیں گے اور بائیں لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکے گا جب تک ہماری لاشوں کو کچل کر نہ جائے ؎ - تب رسول کریم ﷺ نے فرمایا بہت اچھا خدا کا یہی حکم تھا۔ اس صحابی کا جواب اتنا پیارا ہے کہ ایک اور صحابی جو رسول کریم ﷺ کے ساتھ بہت سی جنگوں میں شامل ہوئے حسرت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ کاش مجھے ان جنگوں میں شامل ہونے کی سعادت حاصل نہ ہوئی ہوتی اور یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے ہوتے ؎ - یہ الفاظ ایسے موقع پر اور اس خاص حالت میں جبکہ رسول کریم ﷺ انصار سے مشورہ لے رہے تھے اور اس خیال کے ماتحت لے رہے تھے کہ وہ مدینہ سے باہر جنگ کرنے کے پابند نہیں اس جوش اور محبت میں کہے گئے تھے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ جنگوں میں شامل ہونے کی سعادت سے بھی زیادہ قیمتی معلوم ہوتے ہیں اس لئے نہیں کہ الفاظ جنگ سے افضل ہیں یا زیادہ درجہ رکھتے ہیں بلکہ اس لئے کہ ان الفاظ میں جس محبت کا اظہار ہے وہ ایک بے پایاں سمندر کی طرح حدوبست سے آزاد معلوم ہوتی ہے۔

غرض ایسے مواقع پر رسول کریم ﷺ اخفاء سے کام لیتے تھے مگر ایسے حالات میں کہ مطلب کے حصول کیلئے اظہار مُضِر ہوتا۔ پس ایسا اخفاء ناجائز نہیں۔ ہاں جو اخفاء اس لئے کیا جاتا ہے کہ فعل قانوناً یا اخلاقاً یا مذہباً جُرم ہے اور اس لئے کیا جاتا ہے کہ تا اس فعل کا مرتکب قانونی یا مذہبی یا اخلاقی جُرم کا مرتکب نہ قرار دیا جائے' وہ ناجائز ہے لیکن جو چیز سراسر جائز ہے' اس میں مطلب براری اور کامیابی کیلئے ایک حد تک اخفاء جائز ہے۔ پس بعض باتوں کے متعلق دوستوں کو صرف مجملاً ہدایت سن کر اس پر قربانی کیلئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے سکیم کو لازمی قرار نہیں دیا کیونکہ اس کے بعض حصے ایسے ہیں کہ جن کو تفصیلاً بیان نہیں کیا جائے گا اور میں مخلصین سے مطالبہ کروں گا کہ اس اخفاء کے باوجود جو اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کرسکتا ہے کرے اور جو نہیں کرنا چاہتا نہ کرے اور اس طرح میں کسی کیلئے ادنیٰ اعتراض کی بھی گنجائش نہیں رہنے دینا چاہتا۔ چاہے ایک شخص بھی اس میں شامل نہ ہو، میں اللہ تعالیٰ کے سامنے صرف اپنی ذات کا ذمہ دار ہوں۔ میرا کام تبلیغ کرنا، تربیت کرنا، فرائض کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا اور ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام کو رکھ دینا ہے۔ مجھ پر ذمہ داری صرف میری جان کی ہے میں اس کا ذمہ دار ضرور ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو پہنچا دوں۔ اس صورت میں اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنا فرض ادا کردیا۔ پس دوسروں کے کام کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔ اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ سکیم کامیاب ہوتی ہے یا نہیں۔میرا کام صرف یہ ہے کہ جب دیکھوں کہ اسلام یا سلسلہ کی تبلیغ میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے یا وقار کو نقصان پہنچ رہا ہے تو اس کے ازالہ کیلئے قدم اٹھاؤں، قطع نظر اس سے کہ کوئی میرے ساتھ شامل ہوتا ہے یا نہیں۔ تیسری بات جو تمہیدی طور پر میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ کوئی بڑی قربانی نہیں کی جاسکتی جب تک اس کیلئے ماحول نہ پیدا کیا جائے۔ اچھا بیج ایسی جگہ جہاں وہ اُگ نہیں سکتا یا ایسے موسم میں جب وہ پیدا نہیں ہوتا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور اسے اُگانے کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ محنت ضائع جائے گی کیونکہ اس زمین میں یا اس موسم یا ان حالات میں وہ اُگ ہی نہیں سکتا۔ پس کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ ماحول ٹھیک ہو اور گرد و پیش کے حالات موافق ہوں اگر گرد و پیش کے حالات موافق نہ ہوں تو کامیابی نہیں ہوسکتی۔ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں ان کے اندر نیکی کرنے کا مادہ بھی موجود ہوتا ہے اور جذبہ بھی مگر وہ ایسا ماحول نہیں پیدا کرسکتے جس کے ماتحت صحیح قربانی کرسکیں۔ پس ماحول کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے۔ میرے ایک بچہ نے ایک دفعہ ایک جائز امر کی خواہش کی تو میں نے اسے لکھا کہ یہ بے شک جائز ہے مگر تم یہ سمجھ لو کہ تم نے خدمتِ دین کیلئے زندگی وقف کی ہوئی ہے اور تم نے دین کی خدمت کا کام کرنا ہے اور یہ امر تمہارے لئے اتنا بوجھ ہوجائے گا کہ تم دین کی خدمت کے رستہ میں اسے نباہ نہیں سکو گے اور یہ تمہارے رستہ میں مشکل پیدا کردے گا۔ تو میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ نیکیوں سے

اس لئے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ ماحول پیدا نہیں کرسکتے۔ وہ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے جب کہا کہ قربانی کریں گے تو کرلیں گے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔

ماحول کی ایک مثال مَیں پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص کی آمدنی دس روپے ہے وہ پانچ روپے میں گزارہ کرتا ہے اور پانچ روپے کی قربانی کرسکتا ہے لیکن اگر وہ شادی کرے تو دس روپے ہی صرف ہوجائیں گے۔ اس صورت میں ممکن ہے وہ ایک آدھ روپیہ تو بچا سکے مگر یہ نہیں کہ پانچ کی ہی قربانی کرسکے۔ پس قربانی حالات کے مطابق ہوتی ہے۔ جب قربانی کیلئے چیز ہی پاس نہ ہو تو قربانی کہاں سے دے گا۔ اسلام نے یہ جائز نہیں رکھا کہ انسان شادی نہ کرے یا اولاد پیدا نہ کرے یہ میں نے مثال دی ہے کہ انسان کی جتنی ذمہ داریاں زیادہ ہوں گی' اتنی ہی مالی قربانی وہ کم کرسکے گا۔ پس آپ لوگ کتنے بھی ارادے قربانی کے کریں جب تک ماحول میں تغیر نہ ہو' انہیں پورا نہیں کرسکتے۔ مجھے ہزارہا لوگوں نے لکھا ہے کہ ہم قربانی کیلئے تیار ہیں اور جنہوں نے نہیں لکھا وہ بھی اس انتظار میں ہیں کہ سکیم شائع ہولے تو ہم بھی شامل ہوجائیں گے۔ مگر میں بتاتا ہوں کہ کوئی قربانی کام نہیں دے سکتی جب تک اس کیلئے ماحول پیدا نہ کیا جائے۔ یہ کہنا آسان ہے کہ ہمارا مال سلسلہ کا ہے مگر جب ہر شخص کو کچھ روپیہ کھانے پر اور کچھ لباس پر اور کچھ مکان کی حفاظت یا کرایہ پر' کچھ علاج پر خرچ کرنا پڑتا ہے اور پھر اس کے پاس کچھ نہیں بچتا تو اس صورت میں اس کا یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ میرا سب مال حاضر ہے۔ اس قسم کی قربانی نہ قربانی پیش کرنے والے کو کوئی نفع دے سکتی ہے اور نہ سلسلہ کو ہی اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سلسلہ اس کے ان الفاظ کو کہ میرا سب مال حاضر ہے کیا کرے جبکہ سارے مال کے معنی صفر کے ہیں۔ جس شخص کی آمد سو روپیہ اور خرچ بھی سو روپیہ ہے' وہ اس قربانی سے سلسلہ کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک کہ پہلے خرچ کو سو سے نوے پر نہیں لے آتا تب بیشک اس کی قربانی کے معنی دس فیصدی قربانی کے ہوں گے۔ اس قسم کے دعوے کردینا صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ کہنے والا بے سوچے سمجھے بات کرنے کا عادی ہے۔ وہ پیش تو سب مال کرتا ہے لیکن یہ غور نہیں کرتا کہ اس کے پاس تو مال ہے ہی نہیں۔ ایک شخص کی اگر ایک پیسہ کی بھی جائداد نہ ہو اور وہ یہ کہے کہ میری ساری جائداد حاضر ہے تو اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بعض لوگ غلطی سے ایسی بات پیش تو کردیتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ وہ کس حد تک قربانی کرسکتے ہیں۔ پس دیکھنے والی بات یہی ہے کہ قربانی کیلئے

اپنے آپ کو پیش کرنے والے کس حد تک قربانی کرسکتے ہیں یا کس حد تک اپنے حالات میں تبدیلی کرسکتے ہیں۔

غرض جو شخص بغیر حالات کے تغیر کے کہتا ہے کہ میرا سب مال حاضر ہے۔ اگر تو وہ اس بات کو سمجھتے ہوئے کہ میرے پاس تو دینے کو کچھ بھی نہیں' ایسا دعویٰ کرتا ہے تو وہ منافق بیوقوف ہے۔ لیکن اگر وہ بغیر غور کئے' اخلاص کے جوش میں یہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ مخلص بیوقوف ہے۔ اگر عقلمند ہوتا تو اسے سوچنا چاہیئے تھا کہ اس کے مال کا کونسا حصہ ہے جس کی وہ قربانی پیش کرتا ہے۔ جب تک وہ اپنے خرچ کو سو سے کم کرکے پچانوے' نوے' یا ساٹھ ستّر پر نہیں لے آتا وہ قربانی کر ہی کیا سکتا ہے۔ قربانی تو اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ ایسا شخص اپنے اخراجات کو کم کرے اور پھر کہے کہ میں نے اپنے اخراجات میں یہ تغیرات کئے ہیں اور ان سے یہ بچت ہوتی ہے جو آپ لے لیں۔ پس ضروری ہے کہ قربانی کرنے سے پیشتر اس کیلئے ماحول پیدا کیا جائے اس کے بغیر قربانی کا دعویٰ کرنا ایک نادانی کا دعویٰ ہے یا منافقت۔ یاد رکھو کہ یہ ماحول اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ نہ ہوں۔ مرد اپنی جانوں پر عام طور پر پانچ دس فیصدی خرچ کرتے ہیں سوائے ان عیاش مردوں کے جو عیاشی کرنے کیلئے زیادہ خرچ کرتے ہیں ورنہ کنبہ دار مرد عام طور پر اپنی ذات پر پانچ دس فیصدی سے زیادہ خرچ نہیں کرتے اور باقی نوے پچانوے فیصدی عورتوں اور بچوں پر خرچ ہوتا ہے اس لئے بھی کہ ان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ ان کے آرام کا مرد زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ پس ان حالات میں مرد جو پہلے ہی پانچ یا دس یا زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس فیصدی اپنے اوپر خرچ کرتے ہیں اور جن کی آمدنی کا اسّی نوے فیصدی عورتوں اور بچوں پر خرچ ہوتا ہے اگر قربانی کرنا بھی چاہیں تو کیا کرسکتے ہیں جب تک عورتیں اور بچے ساتھ نہ دیں اور جب تک وہ یہ نہ کہیں کہ ہم ایسا ماحول پیدا کردیتے ہیں کہ مرد قربانی کرسکیں۔ پس تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ قربانی کیلئے پہلے ماحول پیدا کیا جائے اور اس کیلئے ہمیں اپنے بیوی بچوں سے پوچھنا چاہیئے کہ وہ ہمارا ساتھ دیں گے یا نہیں۔ اگر وہ ہمارے ساتھ قربانی کیلئے تیار نہیں ہیں تو قربانی کی گنجائش بہت کم ہے۔ مالی قربانی کی طرح جانی قربانی کا بھی یہی حال ہے۔ جسم کو تکلیف پہنچانا کس طرح ہوسکتا ہے جب تک اس کیلئے عادت نہ ڈالی جائے۔ جو مائیں اپنے بچوں کو وقت پر نہیں جگاتیں' وقت پر پڑھنے کیلئے نہیں بھیجتیں'

ان کے کھانے پینے میں ایسی احتیاط نہیں کرتیں کہ وہ آرام طلب اور عیاش نہ ہوجائیں' وہ قربانی کیا کرسکتے ہیں- عادتیں جو بچپن میں پیدا ہوجائیں وہ نہیں چھوٹتیں- اس میں شک نہیں کہ وہ بہت بڑے ایمان سے دب جاتی ہیں مگر جب ایمان میں ذرا بھی کمی آئے پھر عَود کر آتی ہیں- پس جانی قربانی بھی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ متحد نہ ہوں- جب تک مائیں متحد نہیں ہوں گی تو وہ روز ایسے کام کریں گی جن سے بچوں میں سُستی اور غفلت پیدا ہو- پس جب تک مناسب ماحول پیدا نہ ہو کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا- ہماری مالی قربانی سوائے کمزوروں کے موجودہ ماحول کے لحاظ سے انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہے اور جب تک ماحول تبدیل نہ ہو اور بیوی بچوں کو ساتھ شامل نہ کیا جائے اس وقت تک مزید قربانیوں کا دعویٰ پورا نہیں ہوسکتا- موجود حالات کے لحاظ سے اگر کوئی زیادہ سے زیادہ قربانی کرے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مقروض ہوجائے گا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا اثر اس کی جائداد پر پڑے گا اور اس طرح جتنی قربانی وہ پہلے کرتا تھا وہ بھی کرنے کے قابل نہیں رہے گا- ایسی قربانی کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی ایک ہاتھ والا انسان ایک طرف سے ہاتھ کاٹ کر دوسری طرف لگانا چاہے- دوسری طرف ہاتھ تو کیا لگے گا دوسرا ہاتھ بھی وہ کھو بیٹھے گا- پس اگر ماحول کے بغیر قربانی کی جائے تو قربانی کرنے والا یقیناً مقروض ہوجائے گا اور اس کی جائداد پر اثر پڑ کر اور کم ہوجائے گی اور اس طرح یہ قربانی سلسلہ کیلئے مفید ہونے کی بجائے مضر ہوگی- مزید قربانیوں کیلئے ماحول پیدا کرنے کے واسطے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا روپیہ خرچ کہاں ہوتا ہے- جو پیسہ ہم خرچ کرتے ہیں' اس میں سے ایک حصہ جائداد کی حفاظت کیلئے بھی صَرف ہوتا ہے' تجارت اور زمینداری کی مضبوطی کیلئے بھی ہوتا ہے' صدقات اور چندوں پر بھی خرچ ہوتا ہے اور یہ سب خرچ مال کو کم کرنے کا نہیں بلکہ بڑھانے کا ذریعہ ہیں- پس ان اخراجات کو چھوڑ کر جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا باقی آمد کِن کِن مدات میں خرچ کرتی ہے تو اس کی موٹی موٹی آٹھ مدّات معلوم ہوتی ہیں-

اول غذاء ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے ہر شخص کھانا کھانے پر مجبور ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی ایسا کیا ہے اور کھانے پینے کا حکم دیا ہے- جو شخص نہ کھائے گا وہ سلسلہ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا بلکہ مرجائے گا اس لئے یہ خرچ بہرحال قائم رہنا ہے-

دوسرے لباس کا خرچ ہے- اس کے متعلق بھی خداتعالیٰ کا حکم ہے کہ لباس پہنو اور

ننگے نہ رہو۔

تیسرے عورتوں کے زیورات پر خرچ ہوتا ہے یہ ضروری نہیں مگر ساری دنیا میں ہو رہا ہے۔

چوتھے بیماریوں کے علاج وغیرہ پر خرچ ہوتا ہے اور یہ بھی قریباً ہر شخص کو کرنا پڑتا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جو کبھی بیمار نہ ہوا ہو وگرنہ ہر شخص بیمار بھی ہوتا ہے اور ڈاکٹروں کی فیسوں اور دوائیوں وغیرہ کا خرچ کرنا پڑتا ہے۔

پانچویں آج کل بڑا خرچ تماشوں وغیرہ پر ہوتا ہے اور یہ خرچ شہروں وغیرہ میں خصوصیت سے زیادہ ہوتا ہے۔ طالب علم ہفتہ میں ایک دو بار ضرور سینما دیکھتے ہیں اور ایک کافی تعداد ان کی دو روپیہ ماہوار کے قریب اس پر ضرور خرچ کردیتی ہے حالانکہ چندہ آٹھ آنے ماہوار بھی نہیں دے سکتے۔ تھیٹر' سرکس اور دوسرے تماشے وغیرہ اتنے ہیں کہ ان کا گننا بھی مشکل ہے۔ پھر بعض دفعہ کرکٹ اور فٹبال وغیرہ کے میچ ہوتے ہیں ان پر بھی ٹکٹ ہوتا ہے پھر گھوڑ دوڑیں ہیں۔ ہمارے ملک میں گو اس کا رواج کم ہے مگر پھر بھی یہ ایک خرچ ہے۔ غرض تماشوں کا خرچ بھی آج کل کافی ہوجاتا ہے۔ لاہور میں سترہ اٹھارہ سینما ہیں۔ روزانہ دو کھیل ہوتے ہیں اور اس طرح ۳۵-۳۶ سمجھو۔ اگر فی شو دو سو آدمی بھی سمجھا جائے گو اس سے زیادہ ہوتے ہیں تب بھی سات ہزار نے روزانہ تماشا دیکھااور ٹکٹ کی قیمت اگر ایک روپیہ بھی اوسط رکھ لی جائے تو گویا سات ہزار روپیہ روزانہ سینما پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ اندازہ میرے نزدیک بہت کم کرکے لگایا گیا ہے مگر اس کے مطابق بھی سوا دو لاکھ روپیہ ماہوار اور پچیس لاکھ روپیہ سالانہ سینما پر خرچ ہوتا ہے۔ دوسرے تماشے وغیرہ بھی شامل کرلئے جائیں تو ان اخراجات کا اندازہ پچاس لاکھ بھی کم ہے۔ یہ رقم صرف لاہور کی ہے اور پنجاب بھر میں ڈیڑھ دو کروڑ روپیہ سے کم خرچ نہ بنے گا۔ اگر دیہات کی کھیلیں بھی شامل کرلی جائیں تو چونکہ دیہاتی آبادی زیادہ ہوتی ہے پنجاب میں یہ خرچ تین کروڑ کے قریب پہنچ جاتا ہے اور یورپ میں تو یہ خرچ بہت ہی زیادہ ہے۔ انگلستان کی آبادی چار کروڑ ہے مگر اندازہ کیا گیا ہے کہ ایک سال میں وہاں سینما پر چار کروڑ پاؤنڈ خرچ ہوا۔ اگر اس کے ساتھ دوسرے تماشوں اور گھوڑ دوڑوں وغیرہ کو شامل کرلیا جائے تو خرچ اس سے دوگنے سے کم نہ ہوگا۔ گویا اندازہ ایک ارب بیس کروڑ روپیہ۔ یا تیس روپیہ فی کس سالانہ یا اڑھائی روپیہ فی کس ماہوار اور

ہمارے ملک میں اوسط تین پیسے فی کس روزانہ آمد ہے- یعنی ڈیڑھ روپیہ فی کس ماہوار- جس میں سے تمام اخراجات پورے کرنے ہوتے ہیں- مگر انگلستان میں اڑھائی روپیہ فی کس ہر مہینہ میں تماشوں پر خرچ ہوتا ہے- اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کتنا بڑا خرچ ہے اور یہ آمدنی پر بہت بڑا بوجھ ہے-

چھٹا خرچ شادی بیاہ کا ہے- اس میں بھی بڑا خرچ ہوتا ہے- یہاں قادیان میں مَیں نے دیکھا ہے کہ ولیمہ کا مرض بہت ترقی کرتا جاتا ہے- رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی ولیمہ کی دعوتیں ہوتی تھیں مگر بہت محدود- رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بڑے سے بڑا ولیمہ بھی اتنا نہیں ہوا ہوگا جتنے ہمارے ہاں چھوٹے ہوتے ہیں- اور وہ اس میں شاید میری نقل کرتے ہیں حالانکہ میرے تعلقات ساری جماعت کے ساتھ باپ بیٹے کے سے ہیں اور ایسے موقع پر ہر خاندان کے ساتھ مجھے محبت کا تعلق ظاہر کرنا پڑتا ہے- میں نے دیکھا ہے کہ اس قدر کثرت کے ساتھ لوگوں کو بلا لینے کے باوجود بھی مجھ پر شکوہ ہوتا ہے کہ ہمیں نہیں بلایا گیا- اور اب تو مجھے بھی یہ تعداد تھوڑی کرنی پڑے گی- پس اگر کنچنیوں اور ڈُوموں کا مرض گیا ہے تو اس کی جگہ ولیموں نے لے لی ہے حالانکہ ولیمہ پر دس پندرہ دوستوں کو بلالینا کافی ہوتا ہے- یا جیسا کہ سنت ہے ایک بکرا ذبح کیا شوربا پکایا اور خاندان کے لوگوں میں بانٹ دیا- پھر میں نے دیکھا ہے کہ اب تک یہ مرض بھی چلا جارہا ہے کہ لڑکی والے یہ پوچھتے ہیں' زیور کیا دوگے اور ایسا کہتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی- کوئی شخص اپنی طرف سے جس قدر چاہے دے- لیکن لڑکی والوں کی طرف سے ایسی بات کا کہا جانا لڑکی کو فروخت کرنے کے مترادف ہے- پھر مہر بھی حد سے زیادہ مقرر کئے جاتے ہیں- ہمارے گھروں میں عام طور پر ایک ہزار روپیہ مہر ہوتا ہے بعض زیادہ بھی ہیں- زیادہ ان حالتوں میں ہیں جن میں عورتوں کو شرعی حصہ نہیں مل سکتا وہاں مہر اتنا ہے کہ وہ کمی پوری ہوجائے مگر یہاں میں نے دیکھا ہے کہ معمولی معمولی آدمی دس دس اور پانچ پانچ ہزار مہر مقرر کرتے ہیں حالانکہ ان کی جائدادیں اور آمدنیاں بہت ہی کم ہوتی ہیں- باہر سے ایک دوست نے مجھے خط لکھا کہ قادیان کے ایک آدمی نے مجھے کہا ہے کہ آپ کے گھروں میں دس پندرہ ہزار مہر مقرر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے- بہرحال مہر حیثیت کے مطابق ہونا ضروری ہے-

ساتواں خرچ آرائش و زیبائش مکانات پر ہوتا ہے- اگر کوئی شخص خود سادہ ہی رہنا

چاہے تو بھی دوسروں کیلئے اس کو ایسا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ میں خود زمین پر بیٹھنے کا عادی ہوں اور زمین پر بیٹھ کر ہی کام کرتا ہوں سوائے اس کے کہ جلدی میں کوئی خط لکھنا ہو۔ پیڈ میز پر پڑا ہو اور وہیں بیٹھ کر لکھ دوں۔ وگرنہ عام طور پر میں زمین پر بیٹھتا ہوں مگر مجھے کاؤچ وغیرہ بھی رکھنے پڑتے ہیں کیونکہ میرے پاس انگریز بھی آجاتے ہیں اور ایسے ہندوستانی بھی جو کوٹ پتلون پہنتے ہیں تو یہ بھی ایک خرچ ہے جو پہلے نہیں تھا اور اس پر بھی کافی رقم صرف ہوجاتی ہے۔

آٹھواں خرچ تعلیم کا ہے۔ تعلیم بہت گراں ہوگئی ہے۔ پہلے زمانہ میں مدارس کچھ نہیں لیتے تھے وہ مفت پڑھاتے تھے اور آسودہ حال لوگ ان کی خدمت کردیتے تھے۔ کتابیں بھی مدرسہ کی ہوتی تھیں جو طالب علم تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دوسروں کیلئے وہیں چھوڑ آتے تھے۔ طالب علموں کے کھانے پینے کا خرچ عام طور پر شہر والے برداشت کرلیتے تھے اور بہت ہی کم ایسے طالب علم ہوتے تھے جنہیں اپنا انتظام کرنا پڑتا۔ رہائش کیلئے مساجد کے ساتھ کوٹھڑیاں وغیرہ بنی ہوتی تھیں۔ مگر آج کل تعلیم بہت گراں ہے' کالج میں لڑکا جاتا ہے تو چالیس سے لے کر ڈیڑھ سو تک ماہوار اس پر خرچ کرنا پڑتا ہے' بعض کالجوں کے خرچ زیادہ ہوتے ہیں' پھر بعض زیادہ تعلیموں پر زیادہ خرچ آتا ہے۔ مثلاً میڈیکل اور سائنس کی تعلیم پر بہت خرچ ہوتا ہے۔ بعض کالجوں کی فیسیں زیادہ ہوتی ہیں اور اس طرح چالیس سے لے کر ڈیڑھ سو تک خرچ ہوتا ہے۔ یہ ہندوستان کے عام کالجوں کے حالات ہیں۔ بعض کالجوں کے اور بھی زیادہ خرچ ہوتے ہیں اور یورپ میں تو تین سو سے لے کر پانچ سو روپیہ تک ماہوار خرچ ہوتا ہے لیکن نوکریوں کا یہ حال ہے کہ آخری عمر میں پہنچ کر شاید پانچ سو روپے تنخواہ مل سکے۔ تو تعلیم بھی آج کل بہت گراں ہے۔ ان اخراجات کی موجودگی میں اگر ہم یہ کہیں کہ ہمارا سب کچھ سلسلہ کیلئے قربان ہے تو اس کا کیا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ جو شخص عملاً کچھ فائدہ نہ پہنچاسکے اس کا زبانی دعویٰ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ میں نے جب بھی وقف کی تحریک کی ہے تو میں نے دیکھا ہے چند آدمی ضرور اپنے نام پیش کردیتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ پس ایسی قربانی کا دعویٰ کرنا جسے کرنے والا نہ خود کرسکے اور نہ میں اس سے کوئی فائدہ اٹھاسکوں وہی بات ہے کہ "سو گز واروں' ایک گز نہ پھاڑوں" پس اگر جماعت قربانی کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ماحول تیار کرے اور یہ بچوں اور

عورتوں کو ساتھ ملائے بغیر نہیں ہوسکتا- یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ مسجد کے پہلو میں جو جگہ عورتوں کیلئے پہلے ہوتی تھی آج وہ ان کیلئے پھر تیار کردی جائے تا وہ سُن لیں کہ سلسلہ کو قربانیوں کیلئے ان کی امداد کی کس قدر ضرورت ہے- اگر قربانیاں نہ کرسکنے کی وجہ سے سلسلہ کی ترقی میں روک پیدا ہوتی ہے تو اس کی ذمہ داری عورتوں پر ہے- بیسیوں مرد ایسے ہیں جن میں سے مَیں بھی ایک ہوں کہ عورتوں اور بچوں کے اخراجات پورے کرنے کے بعد جیب بالکل خالی ہوجاتی ہے اور حالت "گر زرے طلبی سخن دریں است" کی مصداق ہوجاتی ہے وہ اگر قربانی کا ارادہ بھی کریں تو کچھ نہیں کرسکتے- کیونکہ ان کے پاس ہوتا ہی کچھ نہیں- عام طور پر زیادہ خرچ عورتوں اور بچوں کا ہی ہے- سوائے کسی ایسے بخیل کے جو اِن کو بھوکا رکھتا ہو یا ان کو آرام پہنچانے کا خیال نہیں رکھتا اور ایسے شخص سے ہم کیا امید رکھ سکتے ہیں-

پس ہم قربانی کیلئے اس بات کے سخت محتاج ہیں کہ عورتیں ہمارا ساتھ دیں وگرنہ ہماری قربانی لفظی قربانی رہ جائے گی اس لئے میں عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ قربانیوں کی طرف توجہ کریں اور ان امور میں جو میں آگے بیان کروں گا مردوں کا ہاتھ بٹائیں- ان کے تعاون کے بغیر جو شخص قربانی کرنا چاہے گا وہ زبردستی ان کے اخراجات کو کم کرے گا اور اس طرح ایک تو وہ ثواب سے محروم رہ جائیں گی اور دوسرے گھر میں فساد رہے گا- ہماری مستورات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان سے پہلے ایسی مستورات گزری ہیں جنہوں نے ایسی ایسی قربانیاں کیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے- حضرت عائشہؓ ہی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بہت صدقات کرتی تھیں اور اس وجہ سے ایک دفعہ ان کے بھانجے سے غلطی ہوئی اور اس نے کہا کہ ہماری خالہ یونہی روپیہ اڑا دیتی ہیں اور وارثوں کا کوئی خیال نہیں رکھتیں حالانکہ انکے بھی حقوق شریعت نے رکھے ہیں- حضرت عائشہؓ نے جب یہ سنا تو ان کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے قسم کھائی کہ اس سے کبھی بات نہ کروں گی اور اگر کروں تو مجھ پر غلاموں کا آزاد کرنا فرض ہوگا- لوگوں نے اسے ملامت کی کہ تم نے ایسا کیوں کہا ہے' معافی مانگو- وہ معافی مانگنے گئے مگر حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے اس لئے ہرگز بات نہ کروں گی- صحابہ نے یہ کیا کہ کئی آدمی اکٹھے ہوکر حضرت عائشہؓ کے دروازے پر گئے اور ان کے بھانجے کو بھی ساتھ لے گئے اور اس طرح اجازت مانگی کہ کیا ہم اندر آجائیں اور اسے سکھادیا کہ جاکر اپنی خالہ سے لپٹ جانا- حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی اور کہا آجاؤ- وہ

اندر داخل ہوگئے اور ان کے ساتھ ہی وہ بھانجا بھی چلا گیا اور جاکر خالہ سے لپٹ گیا۔ معافی مانگی حضرت عائشہؓ نے معاف کردیا مگر فرمایا کہ میں نے غلاموں کی آزادی کا وعدہ کیا تھا اور کوئی حد نہ مقرر کی تھی۔ اب مجھے ساری عمر ہی غلام آزاد کرنے پڑیں گے۔ چنانچہ آپ ساری عمر خرید خرید کر غلاموں کو آزاد کرتی رہیں کیونکہ آپ کو ہمیشہ شک رہا کہ شاید میرا عہد پورا ہوا یا نہیں ہے۔ ماں کیلئے سب سے بڑی قربانی بچے کی ہوتی ہے مگر اس کیلئے بھی ایک عورت کی مثال پیش کرتا ہوں جو پہلے شدید کافرہ تھی۔ ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ میں مسلمانوں کو سخت شکست ہوئی وہ اس کا ازالہ کرنے کیلئے پھر جمع ہوئے مگر پھر بھی ایرانی بوجہ کثرت تعداد اور فراوانی اسباب کے غالب ہوتے نظر آرہے تھے۔ ہاتھیوں کے ریلے کا مقابلہ بھی ان سے مشکل سے ہوتا تھا۔ چنانچہ آخری دن کی جنگ میں بہت سے صحابہ مارے گئے تھے۔ آخر مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ اگلے روز آخری اور فیصلہ کن جنگ کی جائے۔

خنساء نام ایک عورت جو بڑی شاعرہ اور ادیب گزری ہے ان کے چار بیٹے تھے انہوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ میرے بچو! میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں، تمہارا باپ جواری تھا، میں نے چار دفعہ اپنے بھائی سے جائداد تقسیم کراکر اسے دی مگر اس نے چاروں دفعہ جوئے میں برباد کردی گویا نہ صرف یہ کہ اس کی اپنی جائداد کوئی نہ تھی بلکہ اس نے میرے بھائی کی جائداد کو بھی لٹادیا مگر اس کے باوجود اس کی موت کے بعد میں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی اور اس کے خاندان کو بٹہ نہیں لگایا اور بڑی محنت سے تمہاری پرورش کی۔ آج اس حق کو یاد کرا کر میں تم سے مطالبہ کرتی ہوں کہ تم یا تو جنگ میں فتح حاصل کرکے آنا اور یا مارے جانا۔ ناکامی کی حالت میں مجھے واپس آکر منہ نہ دکھانا وگرنہ میں اپنا یہ حق تمہیں نہ بخشوں گی۔ؔ - اس جنگ کی تفاصیل ایسی ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ہر مسلمان اپنی جان کو میدانِ جنگ میں اس طرح پھینک رہا تھا جس طرح کھیل کے میدان میں فٹ بال پھینکا جاتا ہے۔ عین دوپہر کے وقت جب معرکۂ جنگ نہایت شدت سے ہو رہا تھا خنساء آئیں، انہوں نے دیکھا کہ اس معرکہ سے بہادروں کا زندہ واپس آنا مشکل ہے انہوں نے اس وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے خدا! میں نے اپنے بچے دین کیلئے قربان کردیئے ہیں، اب تو ہی ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ جنگ میں فتح ہوگئی اور ان کے بچے بھی زندہ واپس آگئے۔ اسی طرح ہندہ کی مثال ہے۔ اس نے اور اس کے خاوند

ابوسفیان نے بیس سال تک رسول کریم ﷺ سے جنگ کی اور فتح مکہ پر مسلمان ہوئے- رسول کریم ﷺ کے ساتھ پہلے وہ اس قدر شدید بغض رکھتی تھی کہ جنگ اُحد میں حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد اس نے ان کے ناک اور کان کٹوائے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ ان کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا- اُحد کی جنگ میں جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تھے اس جنگ میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور اس طرح مسلمان شہداء کی لاشیں کفار کے رحم پر تھیں- اس وقت ہندہ نے اس وجہ سے کہ حضرت حمزہ نے ایک خاص آدمی کو مارا تھا' ان کی لاش کا مُثلہ کروایا- تو وہ ایسی خطرناک دشمن تھیں مگر فتح مکہ کے بعد وہ اور ان کے خاوند ابوسفیان بھی ایمان لے آئے اور ان کے لڑکے حضرت معاویہ بھی- ایک جنگ کے موقع پر ہرقل کی فوجوں کے ساتھ سخت معرکہ درپیش تھا- مسلمانوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ساٹھ ہزار تھی اور دشمن کی دس لاکھ بھی بعض نے لکھی ہے اور تین چار لاکھ تو مسیحی مؤرخین نے بھی بیان کی ہے گویا ان کی تعداد مسلمانوں سے کم سے کم پانچ چھ گُنا تھی- ایک دفعہ دشمن کی طرف سے ایسا سخت ریلا ہوا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا- ہندہ نے' جو اپنے خیمہ میں تھیں' جب غبار اڑتے دیکھا تو کسی سے پوچھا کہ یہ کیسا غبار ہے- اس نے بتایا کہ مسلمانوں کو شکست ہوگئی ہے اور وہ پسپا ہورہے ہیں- ہندہ نے عورتوں سے کہا کہ اگر مردوں نے شکست کھائی ہے اور اسلام کے نام کو بٹہ لگایا ہے آؤ ہم مقابلہ کریں- عورتوں نے ان سے دریافت کیا کہ ہم کس طرح مقابلہ کرسکتی ہیں- انہوں نے کہا کہ ہم مسلمانوں کے گھوڑوں کو ڈنڈے ماریں گی اور کہیں گی کہ تم نے پیٹھ دکھائی ہے تو اَب ہم آگے جاتی ہیں- اس وقت ابوسفیان اور دوسرے صحابہ واپس آرہے تھے کیونکہ ریلا بہت سخت تھا انہیں دیکھ کر ہندہ آگے آئیں اور ان کے گھوڑوں کو ڈنڈے مارنے شروع کئے اور ابوسفیان سے کہا کہ تم تو کفر کی حالت میں بھی اپنی بہادری کی بہت شیخیاں مارا کرتے تھے مگر اب مسلمان ہوکر اس قدر بُزدلی دکھا رہے ہو حالانکہ اسلام میں تو شہادت کی موت زندگی ہے- اس پر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا کہ واپس چلو' ہندہ کے ڈنڈے دشمن کی تلوار سے زیادہ سخت ہیں؂۶ - چنانچہ مسلمانوں نے پھر حملہ کیا اور خدا تعالیٰ نے ان کو فتح دی-

تو مسلمان عورتوں کی زندگیوں میں قربانی کے ایسے شاندار نمونے ملتے ہیں جن سے بڑھ کر نمونہ پیش نہیں کیا جاسکتا- اسی طرح مردوں نے بھی بے شمار قربانیاں کی ہیں- احد کی جنگ

میں بہت سے مسلمان شہید ہوگئے تھے۔ ایک زخمی صحابی کا قول کتنا پیارا اور دردناک ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ قربانی کے کیا معنی ہیں۔ جب رسول کریم ﷺ محفوظ ہوگئے اور کفار بھاگ گئے تو مسلمانوں نے لاشوں کا معائنہ کیا کہ دیکھیں کون کون شہید ہوا ہے ایک انصاری اپنے کسی رشتہ دار کی تلاش میں تھے کہ انہوں نے دیکھا۔ ایک صحابی زخمی پڑے ہیں اور ان کی ٹانگیں کٹی ہوئی ہیں وہ اس کے پاس پہنچے اور کہا بھائی تمہاری حالت خطرناک ہے۔ اپنے متعلقین کو کوئی پیغام دینا ہو تو دے دو۔ انہوں نے کہا ہاں میں منتظر ہی تھا کہ کوئی اس طرف آئے تو میں اسے پیغام دوں میرا رشتہ داروں کو یہ پیغام ہے کہ اے عزیزو! ہم نے جب تک زندہ تھے رسول کریم ﷺ کی جو ہمارے پاس خداتعالیٰ کی ایک امانت ہیں' اپنی جانوں سے حفاظت کی۔اب ہم جاتے ہیں اور یہ امانت تمہارے سپرد ہے تمہارا فرض ہے کہ اپنے مال و جان سے اس کی حفاظت کرو[۸] - اس کے سوا نہ کسی کو سلام دیا نہ کوئی پیغام بلکہ یہی کہا کہ میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ جس رستہ سے میں آیا ہوں اسی سے تم بھی آؤ۔ تو یہ قربانیاں ہیں جو صحابہ کرام نے کیں۔ مگر ان کے باوجود رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اے دوستو! ان قربانیوں کو کچھ نہ سمجھو تم سے پہلے کچھ لوگ گزرے ہیں جن کو آروں سے چیرا گیا اور جن کو آگ میں جلایا گیا محض اس وجہ سے کہ وہ خدا پر کیوں ایمان لائے[۹] تمہاری قربانیاں ان کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ اصل بات یہ ہے کہ قربانی کرنا مشکل نہیں ایمان لانا مشکل ہے۔ جس کے دل میں ایمان پیدا ہوجائے اس کیلئے کوئی بھی قربانی مشکل نہیں ہوتی۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جن مردوں کے دلوں میں ایمان ہے وہ عورتوں کی اور جن عورتوں کے دلوں میں ایمان ہے وہ مردوں کی اور جن بچوں کے دلوں میں ایمان ہے وہ اپنے ماں باپ کی مدد کریں گے اور آئندہ قربانیوں کے بارہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔ قربانیوں کیلئے نیا ماحول پیدا کرنے کیلئے میں جو باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں ان میں سے مَیں پہلے علاج کو لیتا ہوں۔ شریعت کا حکم ہے کہ بیمار کا علاج کرانا چاہیئے۔ اس لئے میں یہ تو نہیں کہتا کہ علاج کرانا بند کردیا جائے۔ مگر اس سلسلہ میں ڈاکٹروں سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ آج کل ڈاکٹروں میں عام مرض ہے کہ وہ کبھی خیال نہیں کرتے کہ جو دوائی وہ لکھ رہے ہیں' اس کی قیمت اور اس کے فائدہ میں نسبت کیا ہے۔ ایک اشتہار ان کے پاس آتا ہے کہ فلاں دوائی کلیجی کے خون سے تیار کی گئی ہے اور جگر کیلئے بہت مفید ہے اور وہ محض

تجربہ کیلئے کسی مریض کو وہ لکھ دیں گے حالانکہ اس کی قیمت دس بارہ روپے ہوگی۔ مجھے خوب یاد ہے آج سے پچیّس سال پہلے ڈاکٹری نسخہ کی قیمت دو تین آنہ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی اور آج کل جو قیمتی ادویات ڈاکٹر لکھ دیتے ہیں ان کے بغیر ہی مریض صحت یاب ہوجاتے تھے۔

میں نے خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے سنا ہے کہ کوئی بیماری ایسی نہیں جس کا علاج پیسہ دھیلا یا دمڑی سے نہ ہوسکتا ہو۔ آپ ایک بزرگ صوفی کا ذکر کرتے تھے جنہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے کہ انسانی بیماریوں کا علاج انسان کے جسم کے اندر ہی موجود ہے۔ بعض بیماریوں کا علاج بال ہیں اور بعض کا علاج کان کی مَیل ہی ہے۔ آنکھ کی بعض بیماریوں میں کان کی میل بہت فائدہ دیتی ہے۔ لیکن آج کل ڈاکٹر مریضوں کا بہت سا روپیہ علاج پر خرچ کراتے ہیں اور ہر گھر میں کوئی نہ کوئی بیمار ضرور ہوتا ہے۔ بعض گھروں میں کئی کئی مریض ہوتے ہیں ڈاکٹر نسخے پر نسخے لکھتے ہیں اور ان پر اس قدر روپیہ خرچ آتا ہے کہ بعض لوگوں نے مجھے بتلایا ہے کہ ان کی آمد کا چوتھائی حصہ علاج پر صرف ہوجاتا ہے۔ بعض غریب لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ ہم بیماری کی وجہ سے اتنے سو روپیہ کے مقروض ہوگئے ہیں حالانکہ دس پیسہ میں اس بیماری کا علاج ہوسکتا تھا۔ پس ڈاکٹر اس بات کا عہد کریں کہ وہ اپنا سارا زور لگائیں گے کہ روپوں کا کام پیسوں میں ہو اور جب تک وہ یہ نہ سمجھیں کہ بغیر قیمتی دوا کے جان کے نقصان کا احتمال ہے اس وقت تک قیمتی ادویات پر خرچ نہ کروائیں گے۔ مثلاً بعض ٹیکے ایسے ہیں جو بعض بیماریوں میں بہت مفید ہوتے ہیں اور ان کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ میں ان کی ممانعت نہیں کرتا اور وہ مہنگے بھی نہیں ہوتے۔ میرا مطلب ایسی دوائیوں سے ہے جو آئے دن پیٹنٹ ہورہی ہیں بڑی قیمتیں ان کی ہیں حالانکہ وہ چیزیں سستے داموں اپنے ہاں تیار کی جاسکتی ہیں یا پھر ان کی ضرورت ہی نہیں ہے اس طرح سے ملک کا اور ہماری جماعت کا روپیہ بے فائدہ باہر جاتا ہے اور قوم میں قربانی کی روح کم ہوتی ہے۔ یورپ میں یہ روپیہ عیاشیوں میں صرف ہوتا ہے اگر ہماری جماعت کے ڈاکٹر یہ عہد کرلیں کہ علاج میں ایسے غیر ضروری مصارف نہیں ہونے دیں گے اور جماعت کے لوگ یہ کوشش کریں کہ اپنے طبیبوں سے ہی علاج کرائیں گے تو پچاس ہزار روپیہ سالانہ کی بچت ہوسکتی ہے۔ پنجاب میں سرکاری رپورٹ کے مطابق ہماری تعداد ۵۶ ہزار ہے مگر ہم اسے صحیح نہیں سمجھتے۔ اُس وقت بھی جبکہ یہ مردم شماری ہوئی ہم اپنی تعداد ڈیڑھ دو لاکھ سمجھتے تھے اور اب تو اس سے بہت

زیادہ ہے۔ اگر بفرضِ محال سارے ملک میں اپنی تعداد چار لاکھ بھی سمجھ لیں اور دو آنہ فی کس علاج کی اوسط رکھ لیں پھر اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ دیہات میں عام طور پر لوگ علاج نہیں کراتے اگر اس تعداد کا دسواں بیسواں حصہ بھی لے لیا جائے تو باقاعدہ علاج کرانے والوں کی تعداد بیس ہزار بن جاتی ہے اور جس طرز پر یہ علاج ہوتا ہے اس پر اڑھائی روپیہ سالانہ کی اوسط بھی رکھی جائے تو یہ خرچ پچاس ہزار ہوجاتا ہے۔ میں نے اپنے گھروں میں دیکھا ہے کہ اوسطاً پچیس روپیہ ماہوار دوائیوں کا خرچ پڑ جاتا ہے۔ جس نئے طبیب سے مشورہ کیا اس نے دس بیس روپیہ کا نسخہ لکھ دیا۔ اس طرح مختلف نسخہ جات پر قریباً پچیس روپیہ ماہوار خرچ ہوجاتا ہے۔ علاوہ ان دوائیوں کے جو ہسپتال سے آتی ہیں اور علاوہ ان کے جو مَیں نے خود منگوا کر اپنے گھر میں گھر کے استعمال کیلئے یا غرباء کے استعمال کیلئے رکھی ہوئی ہیں۔ تو تماشوں کے خرچ کی طرح علاج کا خرچ بھی اتنا بارِگراں ہے کہ یہ بھی ایک تماشا بنا ہوا ہے۔ لیکن اگر ڈاکٹر یہ عہد کرلیں کہ وہ اپنے دماغ پر زور دے کر ایسے نسخے لکھیں گے جو سستے داموں تیار ہوسکیں اور قیمتی پیٹنٹ ادویہ استعمال کرا کے نئی نئی دوائیوں کے تجربوں پر ملک کا روپیہ ضائع نہیں کرائیں گے تو یہ بار بہت حد تک ہلکا ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ سات مدّات اور ہیں جن میں سے اول غذا ہے۔ غذا میں کثرت اور تنوع اس قدر پایا جاتا ہے کہ اس پر بہت خرچ ہوجاتا ہے۔ مسلمانوں میں تو کھانے کا اس قدر مرض ہے کہ جہاں بھی چند مسلمان جمع ہوں وہاں کھانے پینے کا ضرور ذکر ہوگا۔ کوئی کہے گا یار فلاں چیز کھلاؤ۔ کوئی کہے گا یار! میں تمہارے ہاں گیا تھا تم نے فلاں چیز نہیں کھلائی۔ ایک غریب دوست نے ایک دفعہ ایک اور بھائی کی دعوت کی اور مجھے بھی اس دعوت میں بلایا۔ اس دعوت میں پلاؤ نہ تھا جو صاحب مدعو تھے انہوں نے ہنس کر کہا کہ میری تو سمجھ میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ پلاؤ کے بغیر بھی کوئی دعوت ہوسکتی ہے۔

آسودہ حال لوگوں میں تو تنوع بہت ہی زیادہ پایا جاتا ہے اور میرے زیادہ تر مخاطب آسودہ حال لوگ ہی ہیں غرباء کو تو روکھی سوکھی روٹی بمشکل ملتی ہے۔ کھانے کے متعلق دیہاتیوں کی ذہنیت کا پتہ اس سے لگ سکتا ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ ملکہ معظمہ کیا کھاتی ہوں گی۔ تو دوسرے نے کہا کہ ان کا کیا کہنا ہے۔ گڑ کی بھیلی اُٹھائی اور کھالی۔ پس میں یہ باتیں ان لوگوں کیلئے کہہ رہا ہوں اور ان سے ہی قربانی کا مطالبہ کرتا ہوں جو آسودہ حال ہیں اور ایک سے

زیادہ کھانے جن کے گھروں میں پکتے ہیں۔ ورنہ غرباء کی قربانی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہو چکی ہے۔ وہ کبھی روکھی سوکھی روٹی کھا لیتے ہیں، کبھی شکر یا گڑ سے، کبھی پیاز سے اور کبھی چٹنی سے اس لئے میرے مخاطب وہ نہیں بلکہ وہ ہیں جن کے گھروں میں اچھے اچھے کھانے پکتے ہیں اور جو کثرت سے کھاتے ہیں یا جن کے کھانوں میں تنوع پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگ مالی یا جانی کسی قسم کی قربانی نہیں کرسکتے جب تک اپنے حالات میں تبدیلی نہ کریں۔ انہیں اگر سفر پر جانا پڑے تو شکایت کرتے ہیں کہ کھانا اچھا نہیں ملتا، دودھ نہیں ملتا، مکھن اور ٹوسٹ نہیں ملتے کیونکہ وہ اچھے اچھے کھانے کھانے کے عادی ہوتے ہیں اور تکلیف نہیں اٹھا سکتے۔ اسی طرح لباس میں بھی زمیندار میرے مخاطب نہیں ان کا لباس پہلے ہی سادہ اور ضرورت کے مطابق ہوتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات ضرورت سے کم ہوتا ہے۔ وہ صرف لنگوٹی باندھ لیتے ہیں یا اونچا تہہ بند جس سے بدن کا کچھ حصہ ننگا رہتا ہے۔ اور اس میں اگر کسی اصلاح کی ضرورت ہے تو یہ کہ اسے بڑھایا جائے۔ شہری لباس میں لوگ بہت غلطیاں کرتے ہیں اور غلطی نہ ہو تو بھی ضرورت سے زیادہ لباس پر خرچ کرتے ہیں۔ لباس کی غرض یہ ہے کہ عریانی نہ ہو اور زینت ہو لیکن عام طور پر لباس کے بعض حصے زینت سے نکل کر فخر اور فیشن کی طرف چلے گئے ہیں۔ مدنظر فیشن ہوتا ہے گرمی سردی سے حفاظت یا محض زینت مدنظر نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ ان اغراض کیلئے نہیں بلکہ دکھانے کیلئے کپڑے بناتے ہیں۔ ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی کو یہ دکھائیں کہ تمہارے جیسا کوٹ ہم نے بھی بنا لیا ہے۔

زیور کُلّیۃً زیبائش کیلئے ہے اس میں بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ شادی بیاہ اور خوشی کے مواقع پر بھی اخراجات میں ایسی اصلاح ہو سکتی ہے کہ نئے ماحول کے ماتحت اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ تعلیم کے متعلق میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا سودا ہے کہ جس سے بہرحال قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مدرسوں کی فیسیں کالجوں اور بورڈنگوں کی فیسیں اور اوزاروں یا آلات کی قیمت بہرحال خرچ کرنی پڑتی ہے اور اس میں کوئی نقصان نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص زمین خرید لے۔ ہاں طالب علموں کے کھانوں اور لباسوں میں اخراجات کو کم کیا جاسکتا ہے۔ ان باتوں کے بیان کرنے میں ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر میں خالی نصیحت کروں تو ہر کوئی یہی کہے گا کہ بہت اچھا۔ مگر عمل بہت کم لوگ کرسکیں گے اور اگر ضروری قرار دے دوں تو اس کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ ایسی باتوں کو مستقل طور پر تمدن میں

داخل کردیا جائے۔ بعض صوفیاء نے خاص حالات کے ماتحت بعض شرطیں لگادیں مثلاً یہ کہ کفنی پہن لو اور زیبائش کو ترک کردو۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں فتوحات بھی ہوئیں بادشاہتیں بھی مل گئیں مگر وہ کفنی نہ گئی۔ اسی طرح بعض نے خاص حالات کے ماتحت اچھے کھانے، کھانے کی ممانعت کی مگر زمانے بدل گئے حالات میں تبدیلیاں ہوگئیں لیکن اس میں تبدیلی نہ ہوئی اور اب تک ایسے لوگ ہیں کہ پلاؤ کھانے لگیں تو اس میں مٹی ڈال لیں گے۔ تو ایک طرف مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی بدعت نہ پیدا ہوجائے اور دوسری طرف صراحتاً نظر آتا ہے کہ اس کے بغیر ہم ایسی قربانیاں نہیں کرسکتے جو سلسلہ کی ترقی کیلئے ضروری ہیں۔ کھانے پینے اور رہائش کیلئے اسلام نے تین اصول مقرر کئے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ اَمَّابِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[۱۰] یعنی جوں جوں اللہ تعالیٰ کی نعمت ملے اسے ظاہر کیا جائے۔ خدا تعالیٰ اگر مال دیتا ہے تو جسم کے لباس سے اسے ظاہر کرے اور تحدیث نعمت کرے اس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔ دوسری تیسری ہدایت یہ دی کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا[۱۱] یعنی کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔ یعنی جب معلوم ہو کہ کھانا پینا حد سے آگے بڑھ گیا ہے تو چھوڑ دو۔ یا یہ کہ جب زمانہ زیادہ قربانی کا مطالبہ کرے تو اس وقت فوراً اپنے خرچ میں کمی کردو۔ اسراف بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک شخص کی آمد ایک ہزار یا دو تین ہزار روپے ماہوار ہے اس کے گھر میں اگر چار پانچ کھانے پکتے ہوں یا پندرہ بیس روپے گز کا کپڑا وہ پہنتا ہے یا آٹھ دس سوٹ تیار کرا لیتا ہے تو اس کے مالی حالات کے مطابق اسے ہم اسراف نہیں کہہ سکتے لیکن اگر اس کے بیوی بچے بیمار ہوجائیں اور وہ ایسے ڈاکٹروں سے علاج کرائے جو قیمتی ادویات استعمال کرائیں اور اس طرح ہزار میں سے نو سو روپیہ اس کا دوائیوں پر خرچ ہوجائے لیکن کھانے اور پہننے میں پھر بھی وہ کوئی تبدیلی نہ کرے تو یہ اسراف ہوگا۔ پس اصل یہ ہے کہ جب کوئی زمانہ ایسا آئے کہ مقابل پر دوسری ضروریات بڑھ جائیں تو اس وقت پہلی جائز چیزیں بھی اسراف میں داخل ہوجائیں گی۔ اسلام ہر وقت ایک قسم کی قربانی کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ ایک خاص جنگ کے وقت اپنا سارا اور حضرت عمرؓ اپنا آدھا مال نہ پیش کرتے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بیسیوں جنگیں ہوئیں مگر حضرت ابوبکرؓ نے اپنا سارا اور حضرت عمرؓ نے آدھا مال نہیں دیا۔ ایک جنگ کے موقع پر حضرت عمرؓ کو یہ خیال آیا کہ آج زیادہ قربانی کا موقع ہے میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا اور اس

خیال سے اپنا آدھا مال لے کر گئے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل حضرت ابوبکرؓ نے آدھا مال بھی کبھی نہیں دیا تھا ورنہ حضرت عمرؓ کو یہ خیال کس طرح ہو سکتا تھا کہ اپنا آدھا مال دے کر حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا لیکن حضرت ابوبکرؓ اس موقع کی نزاکت کو دیکھ کر اپنا سارا مال دینے کا فیصلہ کر چکے تھے- چنانچہ جب وہ اپنا سارا مال لے کر گئے تو رسول کریم ﷺ جو آپ کے داماد تھے اور ان کے گھر کی حالت سے واقف تھے اسے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ آپ نے اپنے گھر میں کیا چھوڑا- حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ خدا اور اس کے رسول کا نام[۲] -اسی وقت حضرت عمرؓ بڑے فخر سے آدھا مال لے کر آرہے تھے مگر جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کا یہ جواب سنا اور سمجھ لیا کہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا-

پس ہر زمانہ کیلئے قربانی الگ الگ ہوتی ہے- بعض لوگ نادانی سے یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ جماعت میں امراء اچھا کھانا کھاتے اور اچھا لباس پہنتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ ہمیشہ ہی اچھا کھانا نہ کھایا جائے یا اچھے کپڑے نہ پہنے جائیں بلکہ اصول یہ ہے کہ جب امام آواز دے اس وقت اس کی آواز کے مطابق قربانی کی جائے- اس وقت جو شخص اس قربانی کیلئے ماحول پیدا نہیں کرتا' وہ اسراف کرتا ہے اور قابلِ مؤاخذہ ہے- پس ایک اسراف عام حالات کے ماتحت ہے اور ایک خاص حالات کے ماتحت-جو لوگ چاہتے ہیں کہ امیر اور غریب ہمیشہ ایک ہی سطح پر رہیں- وہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے خلاف عمل کرتے ہیں- رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں سب ایک سطح پر نہیں تھے- جنگ تبوک کے موقع پر ابوموسیٰ اشعری رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا یَارَسُوْلَ اللہ! ہمارے لئے سواری کی ضرورت ہے- آپ نے فرمایا میرے پاس سواری نہیں ہے- انہوں نے پھر کہا مگر آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ میرے پاس نہیں ہے[۳] - حالانکہ آپ کے پاس اپنے لئے سواری تھی- اور آپ تبوک کی طرف سواری پر ہی گئے تھی اسی طرح بعض صحابہ اچھے کھانے کھاتے تھے اور بعض کو کئی کئی فاقے ہوتے تھے تو سب کو ہمیشہ برابر نہیں کیا جاسکتا- قربانی کے اوقات میں امام جو ہدایت کرے اس کے مطابق عمل کرنا ہر ایک کا فرض ہوتا ہے- جیسے اب ہم کہتے ہیں کہ غرباء یہ قربانی نہیں کرسکتے آسودہ حال لوگ کریں تو ان پر اس کی تعمیل فرض ہو گئی- اب جو یہ قربانی نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مستوجبِ سزا ہے اور اس وقت میں

جو مطالبہ کر رہا ہوں وہ اسی اصل کے ماتحت ہے۔ اسی طرح جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ دین کے بارہ میں امراء کو سادگی کی تعلیم بھی نہ دی جائے وہ بھی غلطی پر ہیں۔ بیشک روپیہ امراء کا اپنا ہے لیکن اسلام کے امراء اور دوسرے امراء میں ضرور فرق چاہیئے۔ مثلاً اسلام کے امراء کو غرباء کیلئے خرچ کرنا چاہیئے اور اسلام کیلئے بھی۔ پس اس جنگ میں میرے مخاطب آسودہ حال لوگ ہوں گے اور انہیں اپنے حق چھوڑنے پڑیں گے۔ جنگ کی حالت میں خداتعالیٰ بھی اپنے حق چھوڑ دیتا ہے۔ جنگ کی حالت ہو تو حکم ہے کہ آدھے لوگ ایک رکعت نماز پڑھ لیں اور آدھے حفاظت کیلئے کھڑے رہیں۔ ان کے بعد ان کی جگہ دوسرے آجائیں [۱۲]۔ گویا صرف ایک رکعت نماز کردی۔ پھر بعض حالتوں میں قصر یعنی جلدی جلدی نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور خطرے کی حالت میں گھوڑے کی پیٹھ پر اشارے سے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ خطرے کے حالات میں اللہ تعالیٰ بھی اپنا حق چھوڑ دیتا ہے۔ پھر بندوں کو کیا حق حاصل ہے کہ خطرہ کی حالت میں اپنا حق چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوں۔

پس اصول یہ ہیں کہ (۱) ہر حالت میں غریب اور امیر کو ایک سطح پر لانے کی کوشش نہ کرو۔ اس سے نظامِ انسانیت بدل جاتا ہے۔ (۲) آسودہ حال لوگوں کیلئے ضروری ہے کہ اپنے اموال کا ایک حصہ غرباء کیلئے اور ایک حصہ دین کیلئے وقف کریں۔ گو ہماری جماعت میں لکھ پتی اور کروڑ پتی لوگ نہیں مگر جو لوگ کھاتے پیتے ہیں وہ ہمارے معیار زندگی کے مطابق آسودہ حال ہیں۔ چونکہ اس وقت ہمارا سلسلہ خاص حالات میں سے گزر رہا ہے اس لئے جو لوگ عام حالات میں آسودگی سے رہتے ہیں وہ اس امر کا ثبوت دیں کہ پہلے وہ اگر کھاتے پیتے تھے تو خداتعالیٰ کے حکم کے ماتحت۔ اور خداتعالیٰ کے حکم کے ماتحت جب قربانی کیلئے انہیں بلایا گیا تو انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ اگر وہ ایسا کردیں گے تو ثابت ہوجائے گا کہ غرباء کا ان پر جو یہ اعتراض تھا کہ وہ عیاشی کے ماتحت کھاتے پیتے اور پہنتے تھے' وہ غلط تھا۔ وہ خداتعالیٰ کے حکم کے ماتحت کھاتے پیتے تھے جب اس کا حکم اس کے خلیفہ کے ذریعہ سے اپنی حالت بدلنے کے متعلق ملا تو انہوں نے اپنی حالت کو بدل دیا۔

اس اصل کے بیان کرنے کے بعد اب میں پہلا مطالبہ کرتا ہوں اور تین سال کیلئے جماعت کے مخلصوں کو بُلاتا ہوں کہ جو اِن شرائط پر عمل کرسکتے ہوں اور جو سمجھتے ہوں کہ وہ ان شرائط کے ماتحت آسکتے ہیں وہ کھانے پینے' پہننے' رہائش اور زیبائش میں ایسا تغیر کریں کہ

قربانی کے لئے آسانی سے تیار ہو سکیں اور اس کیلئے میں بعض باتیں پیش کرتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ کھانے میں سادگی پیدا کی جائے اس کیلئے ایک اصل ہمیں شریعت سے ملتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کا زمانہ خوف و خطرات کا زمانہ تھا اس وقت جو آپ نے مسلمانوں کو احکام دیئے تھے، ہم ان سے سبق حاصل کرسکتے ہیں۔ آپ کا اپنا طریق بھی یہ تھا اور ہدایت بھی آپ نے یہ کر رکھی تھی کہ ایک سے زیادہ سالن استعمال نہ کیا جائے اور اس پر اتنا زور دیتے تھے کہ بعض صحابہ نے اس میں غلو کرلیا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے سرکہ اور نمک رکھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ دو کھانے کیوں رکھے گئے ہیں جبکہ رسول کریم ﷺ نے صرف ایک کھانے کا حکم دیا ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ دو نہیں بلکہ دونوں مل کر ایک سالن ہوتا ہے مگر آپ نے کہا نہیں یہ دو ہیں۔ اگرچہ آپ کا یہ فعل رسول کریم ﷺ کی محبت کے جذبہ کی وجہ سے غلوّ کا پہلو رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً رسول کریم ﷺ کا یہ منشاء نہ تھا لیکن اس مثال سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ آپ نے یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کو سادگی کی ضرورت ہے، اس کی کس قدر تاکید کی تھی۔ میں حضرت عمرؓ والا مطالبہ تو نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ نمک ایک سالن ہے اور سرکہ دوسرا۔ مگر یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ آج سے تین سال کیلئے جس کے دوران میں ایک ایک سال کے بعد دوبارہ اعلان کرتا رہوں گا تاکہ اگر ان تین سالوں میں حالتِ خوف بدل جائے تو احکام بھی بدلے جاسکیں۔ ہر احمدی جو اس جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہے یہ اقرار کرے کہ وہ آج سے صرف ایک سالن استعمال کرے گا۔ روٹی اور سالن یا چاول اور سالن یہ دو چیزیں نہیں بلکہ دونوں مل کر ایک ہوں گے۔ لیکن روٹی کے ساتھ دو سالنوں یا چاولوں کے ساتھ دو سالنوں کی اجازت نہ ہوگی۔ معمولی گزارہ والے گھروں میں بھی عورتیں تھوڑی تھوڑی مقدار میں ایک سے زیادہ چیزیں چسکا کے طور پر تیار کرلیتی ہیں اس عہد میں آنے والے لوگوں کیلئے اس کی بھی اجازت نہیں ہوگی سوائے اس صورت کے کہ کوئی دعوت ہو یا مہمان گھر پر آئے اس کے احترام کیلئے اگر ایک سے زائد کھانے تیار کئے جائیں تو یہ جائز ہوگا۔ مگر مہمان کا قیام لمبا ہو تو اس صورت میں اہلِ خانہ خود ایک ہی کھانے پر کفایت کرنے کی کوشش کرے یا سوائے اس کے کہ اس شخص کی کہیں دعوت ہو اور صاحبِ خانہ ایک سے زیادہ کھانوں پر اصرار کرے۔ یا سوائے اس کے کہ اس کے گھر کوئی چیز بطور تحفہ آجائے یا مثلاً ایک وقت کا کھانا تھوڑی مقدار میں بچ کر دوسرے

وقت کے کھانے کے ساتھ استعمال کرلیا جائے- یہ قربانی ایسی نہیں کہ اس سے کسی کی خواہ کتنا ہی مالدار ہو ذلت ہوتی ہو یا کسی کی صحت کو نقصان پہنچے لیکن اس قاعدہ پر عمل کرکے آسودہ حال لوگوں کے گھروں میں اچھی خاصی بچت ہوسکتی ہے- ہاں ایک اجازت مَیں دیتا ہوں بعض لوگ عادی ہوتے ہیں کہ کھانے کے بعد میٹھا ضرور کھائیں بلکہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اگر میٹھا نہ کھائیں تو نفخ ہوجاتا ہے- ہمارے گھر میں تو یہ عادت نہیں مگر میں نے بعض لوگوں کو یہ شکایت کرتے سنا ہے- ایسے لوگوں کیلئے اجازت ہے کہ ایک سالن کے ساتھ ایک میٹھا بھی تیار کرلیں- مگر ایسے لوگ شاذ ہوتے ہیں شاید ہزار میں ایک- انگریزوں میں تو اس کا رواج ہی ہے مگر ہندوستان میں عام طور پر نہیں- اسی طرح جو لوگ کبھی کبھار کھانے کے ساتھ کوئی میٹھی چیز تیار کرلیں' ان کیلئے بھی جائز ہوگا- مگر میٹھی شئے بھی ایک ہی ہو نیز اس اجازت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھایا جائے- یعنی یہ میٹھے کی خلافِ عادت بھرمار نہ کی جائے- مہمان بھی اگر جماعت کا ہو تو اسے بھی چاہیئے کہ میزبان کو مجبور نہ کرے کہ ایک سے زیادہ سالن اس کے ساتھ مل کر کھائے- ہر احمدی اس بات کا پابند نہیں بلکہ اس کی پابندی صرف ان لوگوں کیلئے ہوگی جو اپنے نام مجھے بتادیں اور ان سے میں امید رکھوں گا کہ اس کی پابندی کریں-

(بعض لوگوں نے ناشتہ کے متعلق بعد از خطبہ سوال کیا ہے- سو اس کا جواب بھی اس جگہ درج کردیتا ہوں- چونکہ چائے پینے کی شئے ہے اسے کھانے میں شمار نہ کیا جائے گا- ہاں اس کے ساتھ جو چیز کھائی جائے اس کیلئے ضروری ہوگا کہ ایک ہی ہو- یعنی روٹی اور کوئی سالن یا بھجیا وغیرہ) لباس کے متعلق میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں آئی- ہاں بعض عام ہدایات مَیں دیتا ہوں- مثلاً یہ کہ جن لوگوں کے پاس کافی کپڑے ہوں وہ ان کے خراب ہوجانے تک اور کپڑے نہ بنوائیں- پھر جو لوگ نئے کپڑے زیادہ بنواتے ہیں' وہ نصف پر یا تین چوتھائی پر یا ۴/۵ پر آجائیں- مثلاً اگر دس جوڑے بنواتے ہیں تو آٹھ یا چھ یا پانچ پر گزارہ کرلیں- جو عورتیں اس میں شامل ہوں وہ اپنے اوپر ایسی ہی پابندی کریں- مردوں اور عورتوں کو اس کے متعلق تفصیلات سے مجھے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہاں سب سے ضروری بات عورتوں کیلئے یہ ہوگی کہ محض پسند پر کپڑا نہ خریدیں گی- یہاں عورتوں کی دکانیں مردوں سے زیادہ چلتی ہیں کیونکہ عورتیں صرف پسند آنے پر ضرورت کے بغیر بھی کپڑا خرید لیتی ہیں- پس عورتیں یہ بھی معاہدہ کریں کہ صرف پسند ہونے کی وجہ سے وہ کوئی کپڑا نہ خریدیں گی بلکہ

جب ضرورت ہو کپڑا لیں گی- اس عادت کو ترک کریں گی کہ جب پھیری والے کی آواز سنی کپڑا دیکھنے کو منگوا لیا اور نہ یہ کہ گئے تو ایک دوپٹہ کا کپڑا خریدنے لیکن ایک پاجامہ کا کپڑا پسند آگیا اور وہ بھی ساتھ خرید لیا- عورتوں میں یہ مرض بہت ہے کہ وہ ضرورت پر نہیں بلکہ کپڑا پسند آجانے پر کپڑا خرید لیتی ہیں- یہ عادت اسراف میں بہت مد ہے- مرد جو فیشن کی پابندی کرتے ہیں وہ بھی ایسا نہیں کرتے کہ دُکانوں پر جاکر دیکھتے پھریں اور جو کپڑا پسند آئے وہ خرید لیں مگر عورتیں ایسا کرتی ہیں- پس جو عورتیں اس تحریک میں شامل ہوں' وہ اس بات کی پابند ہوں گی کہ صرف پسند آجانے پر کوئی کپڑا نہ خریدیں بلکہ ضرورت ہو تو خریدیں- دوسری پابندی عورتوں کیلئے یہ ہے کہ اس عرصہ میں گوٹہ' کناری' فیتہ' وغیرہ قطعاً نہ خریدیں- یہ باتیں میں کانگرس کے نقطہ نگاہ سے نہیں کہتا اس لئے اس کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ پہلے جو چیزیں موجود ہیں' ان کو بھی ضائع کرنے یا جلا دینے کا حکم ہے بلکہ یہ مطالبات اس لئے ہیں کہ ہمیں دین کیلئے قربانی کی ضرورت ہے- پس پچھلا اگر موجود ہو' اسے استعمال کیا جاسکتا ہے مگر آئندہ سے خریدنا بند کردیں-

تیسری شرط اس مدّ میں یہ ہے کہ جو عورتیں اس عہد میں اپنے آپ کو شامل کرنا چاہیں وہ کوئی نیا زیور نہیں بنوائیں گی اور جو مرد اس میں شامل ہوں گے وہ بھی عہد کریں کہ عورتوں کو نیا زیور بنوا کر نہیں دیں گے' پرانے زیور کو تڑوا کر بنانے کی بھی ممانعت ہے- عورتیں پرانے زیوروں کو تڑوا کر بھی نئے بنانے کی عادی ہوتی ہیں اور اس میں بھی روپیہ ضائع ہوتا ہے- اور جب ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں تو روپیہ کو کیوں خواہ مخواہ ضائع کریں- خوشی کے دنوں میں ایسی جائز باتوں سے ہم نہیں روکتے لیکن جنگ کے دنوں میں ایک پیسہ کی حفاظت بھی ضروری ہوتی ہے- ہاں ٹوٹے ہوئے زیور کی مرمت جائز ہے اور اسے مرمت کراکر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن نیا بنانے کی اجازت نہیں- علاج کے متعلق میں کہہ چکا ہوں کہ اطباء اور ڈاکٹر سستے نسخے تجویز کیا کریں اس کیلئے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں- پانچواں خرچ سینما اور تماشے ہیں- ان کے متعلق میں ساری جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ تین سال تک کوئی احمدی کسی سینما' سرکس' تھیٹر وغیرہ غرضیکہ تماشہ میں بالکل نہ جائے- آج سے تین سال تک کیلئے میری یہ جماعت کو ہدایت ہے اور ہر مخلص احمدی جو میری بیعت کی قدروقیمت کو سمجھتا ہے اس کیلئے سینما یا کوئی اور تماشہ وغیرہ دیکھنا یا کسی کو دکھانا ناجائز ہے-

مستثنیٰ صرف وہ لوگ ہیں جو سرکاری ملازم ہیں اور ان کو خاص سرکاری تقریبوں پر ایسے تماشوں میں جانا پڑ جائے۔ بعض سرکاری تقریبوں کے موقع پر کوئی کھیل تماشہ بھی جُزوِ پروگرام ہوتا ہے ایسے موقع پر اگر جانا لازمی ہو تو جانے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر لازمی نہ ہو تو پھر انہیں چاہیئے کہ خواہ مخواہ دوسروں کو انگشت نمائی کا موقع نہ دیں۔ جب چھوڑنے میں مشکلات ہوں تو مجبوری ہے لیکن جب نہ دیکھنے میں کوئی حرج نہ ہو تو ایسی جگہ جانے کی جو بدنامی کا موجب ہو' کوئی ضرورت نہیں۔ سینما کے متعلق اب میری یہی رائے ہے کہ یہ سخت نقصان دہ چیز ہے۔ اگرچہ آج سے صرف دو ماہ قبل تک میرا خیال تھا کہ خاص فلمیں دیکھنے میں حرج نہیں لیکن اب غور کرنے اور اس کے اثرات کا مطالعہ کرنے کے بعد کہ ملک پر اس کا کیا اثر ہو رہا ہے' میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ موجودہ فلموں کو دیکھنا ملک اور اس کے اخلاق کیلئے مُہلک ہے اور اس لئے قطعاً ممنوع ہونا چاہیئے۔ میں نے تھوڑے ہی دن ہوئے فرانس کے متعلق پڑھا ہے کہ وہاں گورنمنٹ کو فکر پڑ گئی ہے کیونکہ کئی گاؤں اس لئے ویران ہوگئے ہیں کہ لوگ سینما کے شوق میں گاؤں چھوڑ کر شہروں میں آکر آباد ہوگئے ہیں۔ اسی طرح کے اور بہت سے حالات ہیں جن پر نظر کر کے میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز دنیا کے تمدن کو برباد کر دے گی مگر میں ہمیشہ کیلئے اس کی ممانعت نہیں کرتا کیونکہ یہ حرمت کی صورت ہو جاتی ہے اور اس کیلئے علماء سے مشورہ کی ضرورت ہے اس لئے فی الحال ضرورت دینی کے لحاظ سے تین سال کیلئے اس کی ممانعت کرتا ہوں اور یہ میرے لئے جائز ہے۔ نمائش وغیرہ کے مواقع پر تجارتی حصے کو دیکھنا جائز ہے۔ کپڑے دیکھو' بیج دیکھو' دوسری چیزوں کو دیکھو اور ان سے اپنے لئے اور اپنے خاندان کیلئے فائدے کی باتیں نکالو۔ مگر تماشے کا حصہ دیکھنا جائز نہیں۔

چھٹا شادی بیاہ کا معاملہ ہے۔ چونکہ یہ جذبات کا سوال ہے اور حالات کا سوال ہے اس لئے میں یہ حدبندی تو نہیں کرسکتا کہ اتنے جوڑے اور اتنے زیور سے زیادہ نہ ہوں۔ ہاں اتنا مدنظر رہے کہ تین سال کے عرصہ میں یہ چیزیں کم دی جائیں جو شخص اپنی لڑکی کو زیادہ دینا چاہے وہ کچھ زیور کپڑا اور باقی نقد کی صورت میں دیدے۔

ساتواں مکانوں کی آرائش و زیبائش کا سوال ہے۔ اس کے متعلق بھی کوئی طریق میرے ذہن میں نہیں آیا۔ ہاں عام حالات میں تبدیلی کے ساتھ اس میں خودبخود تبدیلی ہوسکتی ہے۔ جب غذا اور لباس سادہ ہوگا تو اس میں بھی خودبخود لوگ کمی کرنے لگ جائیں گے۔

پس مَیں اس عام نصیحت کے ساتھ کہ جو لوگ اس معاہدے میں شامل ہوں وہ آرائش وزیبائش پر خواہ مخواہ روپیہ ضائع نہ کریں' اس بات کو چھوڑتا ہوں۔ بعض عورتیں پرانے کپڑوں سے بڑی بڑی اچھی زیبائش کی چیزیں تیار کرلیتی ہیں انہیں اجازت ہے کیونکہ اس میں روپیہ کا ضیاع نہیں بلکہ دستکاری کی ترقی ہوتی ہے۔ ہاں نئی چیزیں خریدنے پر پیسے خرچ نہ کئے جائیں۔ آٹھویں چیز تعلیمی اخراجات ہیں۔ اس کے متعلق کھانے پینے میں جو خرچ ہوتا ہے' اس کا ذکر مَیں پہلے کر آیا ہوں۔ جو خرچ اس کے علاوہ ہیں یعنی فیس یا آلات اور اوزاروں یا سٹیشنری اور کتابوں وغیرہ پر جو خرچ ہوتا ہے' اس میں کمی کرنا ہمارے لئے مضر ہوگا اس لئے نہ تو اس میں کمی کی نصیحت کرتا ہوں اور نہ ہی اس کی گنجائش ہے۔ پس عام اقتصادی حالات میں تغیر کیلئے میں ان آٹھ قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہوں۔ جو لوگ ان قربانیوں کو کرنا چاہیں وہ مجھے لکھ کر اس کی اطلاع دیں' جو جماعتیں ایسا کرنا چاہیں وہ ریزولیوشن پاس کرکے مجھے بھیج دیں یا اگر کوئی ایسے لوگ ہوں جن کے سوائے ساری جماعت ان قربانیوں کیلئے آمادہ ہو تو صرف ان کے نام لکھ کر بھیجے جاسکتے ہیں۔ یہ تین سال کا عہد ہوگا جسے ہر سال کے بعد دوہرایا جائے گا اور اگر ضرورت ہوئی تو کسی بات کو درمیان میں بھی چھوڑا جاسکے گا۔ جہاں یہ باتیں دوسرے گھروں کیلئے اختیاری ہیں وہاں ہمارے اپنے گھروں میں لازمی ہوں گی۔ قرآن کریم میں حکم ہے۔ یٰۤاَیُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَ اُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلاً۔ [۵] پس اس حکم کے ماتحت ایک نبی کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے میں بھی اپنے بیوی بچوں کیلئے ان باتوں کو لازمی قرار دیتا ہوں۔ وہ بچے جو میرے قبضے میں ہیں ان پر ان باتوں کی پابندی لازمی ہے۔ ہاں جو علیحدہ ہوچکے ہیں اور شادی شدہ ہیں وہ خود ذمہ دار ہیں وہ اپنے طور پر قربانی کریں۔ باقی جماعت میں سے جو چاہیں کریں اور جو نہ چاہیں نہ کریں۔ خداتعالیٰ کے سامنے براہ راست جواب دِہ میں ہی ہوں دوسرے لوگ میرے تابع ہیں۔ جو ان باتوں میں میری متابعت کرنا چاہیں وہ کریں اور جو نہ کرنا چاہیں نہ کریں لیکن اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ جب تک عورتیں تعاون نہ کریں' اخراجات کم نہیں ہوسکتے اور کوئی ایسی رقم نہیں بچ سکتی جو سلسلہ کے کام آسکے اور جب تک یہ کام نہ ہو اس وقت تک یہ کہنا کہ ہمارے مال سلسلہ کیلئے حاضر ہیں غلط ہے۔ پہلے مال بچاؤ پھر ان کو حاضر کرو۔ جس شخص کی بیوی بچے اس قربانی کیلئے تیار نہ ہوں وہ

اپنے آپ کو ہی پیش کرسکتا ہے اور اپنے کھانے اور پہننے میں کمی کرسکتا ہے- اسی طرح جس عورت کا خاوند تیار نہ ہو وہ اگر چاہے تو اپنا نام پیش کرسکتی ہے بچے بھی اس میں شامل ہوسکتے ہیں اور اگرچہ وہ اور کسی چیز میں نہیں مگر اپنے جیب خرچ میں کمی کرسکتے ہیں وہ اگر دو آنے ماہوار بھی بچائیں تو قومی مال میں زیادتی کرسکتے ہیں- پس یہ مطالبات ہیں جو میں ان دوستوں سے کرتا ہوں جو اس کے اہل ہیں جو اس کے ماتحت آتے ہی نہیں ان سے کوئی مطالبہ نہیں-

پس جو افراد یا جماعتیں اس میں شامل ہونا چاہیں' ان کیلئے میں آئندہ ایک ماہ کی مدت مقرر کرتا ہوں- ہندوستان کے رہنے والے ایک ماہ تک اپنے نام پیش کریں- اور دوسرے ممالک میں رہنے والے چار ماہ کے اندر اندر جس وقت سے وہ یہ عہد کریں گے اسی وقت سے سال شروع ہوگا-

جماعت سے قربانی کا دوسرا مطالبہ جو دراصل پہلے ہی مطالبہ پر مبنی ہے- میں یہ کرتا ہوں کہ جماعت کے مخلص افراد کی ایک جماعت ایسی نکلے جو اپنی آمد کا ۱/۵ سے ۱/۳ حصہ تک سلسلہ کے مفاد کے لئے تین سال تک بیت المال میں جمع کرائے- اس کی صورت یہ ہو کہ جس قدر وہ مختلف چندوں میں دیتے ہیں یا دوسرے ثواب کے کاموں پر خرچ کرتے ہیں یا دارالانوار کمیٹی کا حصہ یا حصے انہوں نے لئے ہیں (اخبارات وغیرہ کی قیمتوں کے علاوہ) وہ سب رقم اس حصہ میں سے کاٹ لیں اور باقی رقم اس تحریک کی امانت میں صدر انجمن احمدیہ کے پاس جمع کرادیں- مثلاً ایک شخص کی پانچ سو روپے آمد ہے اور وہ موصی بھی ہے- اور دارالانوار کا ایک حصہ بھی اس نے لیا ہوا ہے وہ دس بارہ روپے ماہوار اور ثواب کے کاموں میں بھی خرچ کرتا ہے- اس شخص نے ۱/۵ دینے کا عہد کرلیا اور یہ سو روپے کی رقم ہوئی- وصیت ایسے شخص کی پچاس ہوئی دارالانوار کمیٹی کے ۲۵ ہوئے- چندہ کشمیر اور دوسرے کارہائے ثواب مثلاً بارہ روپے ہوئے یہ کل رقم ۸۷ ہوئی- باقی تیرہ روپے ماہوار اس شخص کو انجمن میں اس تحریک کی امانت میں جمع کراتے رہنا چاہیئے- اور اگر ۱/۴ کا عہد کیا تو ۱۳+۲۵ اڑتیس روپیہ جمع کراتے رہنا چاہیئے- عہد کرنے والے شخصوں کو تین سال تک متواتر ایسا کرنا ہوگا- اس مطالبہ کے ماتحت جو آنا چاہے اسے چاہیئے کہ جلد سے جلد مجھے اطلاع دے- اور یہ بھی اطلاع دے کہ کس قدر حصہ کا عہد ہے اور چندے وغیرہ نکال کر کس قدر رقم اوسطاً اس کی امانت میں جمع کرانے والی پہنچے گی جسے وہ باقاعدہ جمع کراتا رہے گا- مقررہ تین سال کے بعد

جتنی رقم جمع ہوگی وہ یا تو نقد یا رقم کے برابر جائداد کی صورت میں اسے واپس دے دی جائے گی۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ احتیاط اور کفایت کے ساتھ دوست خرچ کریں گے اور بچت کرسکیں گے بعد میں وہ تمام کی تمام رقم انہیں واپس مل جائے گی۔ مگر اس رقم میں آنے شامل نہیں ہوں گے۔ مثلاً جس شخص کے ذمہ پچاس روپیہ آٹھ آنہ بنتے ہیں وہ یا پچاس روپیہ دے یا اکاون۔ طالب علم بھی اس میں شامل ہوسکتے ہیں اور اپنے خرچ میں سے ایک روپیہ بچا کر بھی جمع کراسکتے ہیں یہ ضروری شرط ہے کہ آنے اس میں نہیں لئے جائیں گے۔

پس ایسی صورت میں کہ اس تجویز میں طالب علم' عورتیں' مرد سب شامل ہوسکتے ہیں۔ آسانی کے ساتھ اس میں دو ہزار آدمی حصہ لے سکتے ہیں۔ اور اوسط آمد ایک آدمی کی اگر پانچ روپیہ ماہوار بھی رکھ لی جائے تو ہر ماہ میں دس ہزار کی امانت داخل ہوسکتی ہے۔ جو تین سال میں چار لاکھ کے قریب ہوسکتی ہے۔ تین سال کے بعد یہ روپیہ نقد یا اتنی ہی جائداد کی صورت میں واپس کردیا جائے گا۔ جو کمیٹی مَیں اس رقم کی حفاظت کیلئے مقرر کروں گا اس کا فرض ہوگا کہ ہر شخص پر ثابت کرے کہ اگر کسی کو جائداد کی صورت میں روپیہ واپس کیا جارہا ہے تو وہ جائداد فی الواقع اس رقم میں خریدی گئی ہے۔ اس سب کمیٹی کے ممبر علاوہ میرے مندرجہ ذیل احباب ہوں گے۔ (۱) مرزا بشیر احمد صاحب (۲) چوہدری ظفر اللہ خان صاحب (۳) شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری (۴) مرزا محمد اشرف صاحب (۵) مرزا شریف احمد صاحب (۶) ملک غلام محمد صاحب لاہور (۷) چوہدری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری (۸) چوہدری حاکم علی صاحب سرگودہا اور چوہدری فتح محمد صاحب۔ اس کمیٹی کا کام میں اسی کو بتاؤں گا باقی میں اس کی غرض نہیں بتاسکتا۔ بہرحال یہ قربانی مالی لحاظ سے بھی' ثواب کے لحاظ سے بھی اور جماعت کی ترقی کے لحاظ سے بھی مفید ہوگی۔ اِنْشَاءَ اللّٰہُ۔

جماعت سے قربانی کا تیسرا مطالبہ میں یہ کرتا ہوں کہ دشمن کے مقابلہ کیلئے اس وقت بڑی ضرورت ہے کہ وہ جو گندہ لٹریچر ہمارے خلاف شائع کررہا ہے اس کا جواب دیا جائے۔ یا اپنا نقطہ نگاہ احسن طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے اور وہ روکیں جو ہماری ترقی کی راہ میں پیدا کی جارہی ہیں انہیں دور کیا جائے اس کیلئے بھی خاص نظام کی ضرورت ہے۔ روپیہ کی ضرورت ہے' آدمیوں کی ضرورت ہے اور کام کرنے کے طریقوں کی ضرورت ہے۔طریق مَیں بیان نہیں کرتا یہ میں اس کمیٹی کے سامنے ظاہر کروں گا جو اس غرض کیلئے بنائی جائے گی اس کام کے

واسطے تین سال کیلئے پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ فی الحال پانچ ہزار روپیہ کام کے شروع کرنے کیلئے ضروری ہے بعد میں دس ہزار کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر اس سے زائد جمع ہوگیا تو اسے اگلی مدّات میں منتقل کردیا جائے گا۔ اس کمیٹی کا مرکز لاہور میں ہوگا اور اس کے ممبر مندرجہ ذیل ہوں گے۔ (۱) پیر اکبر علی صاحب (۲) شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور (۳) چوہدری اسداللہ خان صاحب بیرسٹر لاہور (۴) ملک عبدالرحمٰن صاحب قصوری (۵) ڈاکٹر عبدالحق صاحب بھاٹی گیٹ لاہور (۶) ملک خدابخش صاحب لاہور (۷) چوہدری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری (۸) شیخ جان محمد صاحب سیالکوٹ (۹) مرزا عبدالحق صاحب وکیل گورداسپور (۱۰) قاضی عبدالحمید صاحب وکیل امرتسر (۱۱) سید ولی اللہ شاہ صاحب (۱۲) شمس صاحب ؁ یا اگر وہ باہر جائیں تو مولوی اللہ دتا صاحب (۱۳) شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر لائل پور (۱۴) مولوی غلام حسین صاحب جھنگ (۱۵) صوفی عبدالغفور صاحب حال لاہور۔ اس کام کیلئے اللہ تعالیٰ جن دوستوں کو توفیق اور اخلاص دے سو سو یا دو دو سو یا زیادہ مقدار میں یکمشت چندہ دیں۔ ہاں غرباء کو ثواب میں شامل کرنے کیلئے میں ان کیلئے اجازت دیتا ہوں کہ اس تحریک کیلئے وہ دس دس یا بیس بیس کی رقوم بھی دے سکتے ہیں یا دس دس ماہوار کرکے دے سکتے ہیں یہ کام تین سال تک غالبًا جاری رہے گا۔ اس کمیٹی کے اجلاس میں ہی مَیں اس کے کام کے طریقے بتلاؤں گا۔ میں خود اس کا ممبر نہیں ہوں مگر مجھے حق ہوگا کہ جب چاہوں اس کا اجلاس بلاؤں اور ہدایات دوں۔ اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ میری دی ہوئی ہدایات کے مطابق دشمن کے پروپیگنڈا کا بالمقابل پروپیگنڈا سے مقابلہ کرے۔ مگر اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ تجارتی اصول پر کام کرے مفت اشاعت کی قسم کا کام اس کے دائرہ عمل سے خارج ہوگا۔

جماعت سے قربانی کا چوتھا مطالبہ یہ ہے کہ قوم کو مصیبت کے وقت پھیلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کہتا ہے کہ مکہ میں اگر تمہارے خلاف جوش ہے تو کیوں باہر نکل کر دوسرے ملکوں میں نہیں پھیل جاتے اگر باہر نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ترقی کے بہت سے راستے کھول دے گا۔

اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت میں بھی ایک حصہ ایسا ہے جو ہمیں کچلنا چاہتا ہے اور رعایا میں بھی۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ ہماری مدنی زندگی کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے۔ قادیان بے شک ہمارا مذہبی مرکز ہے مگر ہمیں کیا معلوم کہ ہماری شوکت و طاقت کا مرکز کہاں

ہے۔ یہ ہندوستان کے کسی اور شہر میں بھی ہو سکتا ہے اور چین' جاپان' فلپائن' سماٹرا' جاوا' روس' امریکہ' غرضیکہ دنیا کے کسی ملک میں ہو سکتا ہے اس لئے جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ لوگ بِلاوجہ جماعت کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں' کچُلنا چاہتے ہیں تو ہمارا ضروری فرض ہو جاتا ہے کہ باہر جائیں اور تلاش کریں کہ ہماری مدنی زندگی کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ کون سی جگہ کے لوگ ایسے ہیں کہ وہ فوراً احمدیت قبول کرلیں گے اور ہمیں کیا معلوم ہے کہ جماعت کو ایسی طاقت کہاں سے حاصل ہوجائے گی کہ اس کے بعد دشمن شرارت نہ کرسکے گا۔ مجھے شروع خلافت سے یہ خیال تھا اور اسی خیال کے ماتحت میں نے باہر مشن قائم کئے تھے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بیرونی مشنوں پر روپیہ خرچ کرنا بیوقوفی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ یہ خیال صرف اسی وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ ایسے لوگوں نے سلسلہ کی اہمیت کو نہیں سمجھا اور اسے ایک انجمن خیال کرلیا ہے۔ مذہبی سلسلے ضرور ایک وقت دنیا کے توپ خانوں کی زد میں آتے ہیں اور وہ کبھی ظلم و ستم کی تلوار کے سایہ کے بغیر ترقی ہی نہیں کرسکتے۔ پس ان کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ مختلف ممالک میں ان کی شاخیں ہوں تاکہ ایک جگہ وہ ظلم وستم کا تختہ مشق ہوں تو دوسری جگہ پر ان کی امن کے ساتھ ترقی ہو رہی ہو اور تاکہ ان کا مذہبی لٹریچر دشمن کی دست بُرد سے محفوظ رہے۔ جو شخص بھی اس سلسلہ کو ایک آسمانی تحریک سمجھتا ہے اسے اس امر کیلئے تیار ہونا پڑے گا اور جو اس نکتہ کو نہیں سمجھتا وہ حقیقت میں اس سلسلہ کو بالکل نہیں سمجھتا۔ غرض سلسلہ احمدیہ کسی جگہ بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا اس لئے جب تک ہم سارے ممالک میں اپنے لئے جگہ تلاش نہ کریں ہم کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ہماری مثال فقیر کی طرح ہے جو سب دروازے کھٹکھٹاتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ دنیا میں نئے نئے رستے تلاش کریں اور نئے نئے ممالک میں جاکر تبلیغ کریں۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ کہاں لوگ جوق در جوق داخل ہوں گے۔ چونکہ ہمارا پہلا تجربہ بتاتا ہے کہ باقاعدہ مشن کھولنا مہنگی چیز ہے اس لئے پرانے اصول پر نئے مشن نہیں کھولے جاسکتے اس لئے میری تجویز ہے کہ دو دو آدمی تین نئے ممالک میں بھیجے جائیں۔ ان میں سے ایک ایک انگریزی دان ہو اور ایک ایک عربی دان۔ سب سے پہلے تو ایسے لوگ تلاش کئے جائیں کہ جو سب یا کچھ حصہ خرچ کا دے کر حسبِ ہدایت جاکر کام کریں مثلاً صرف کرایہ لے لیں آگے خرچ نہ مانگیں یا کرایہ خود ادا کردیں خرچ چھ سات ماہ کیلئے ہم سے لے لیں یا کسی قدر

رقم اس کام کیلئے دے سکیں- اگر اس قسم کے آدمی حسبِ منشاء نہ ملیں تو جن لوگوں نے پچھلے خطبہ کے ماتحت وقف کیا ہے ان میں سے کچھ آدمی چُن لئے جائیں- جن کو صرف کرایہ دیا جائے اور چھ ماہ کیلئے معمولی خرچ دیا جائے اس عرصہ میں وہ ان ملکوں کی زبان سیکھ کر وہاں کوئی کام کریں اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کریں اور سلسلہ کا لٹریچر اس ملک کی زبان میں ترجمہ کرکے اسے اس ملک میں پھیلائیں اور اس ملک کے تاجروں اور احمدی جماعت کے تاجروں کے درمیان تعلق بھی قائم کرائیں- غرض مذہبی اور تمدنی طور پر اس ملک اور احمدی جماعت کے درمیان واسطہ بنیں-

پس میں اس تحریک کے ماتحت ایک طرف تو ایسے نوجوانوں کا مطالبہ کرتا ہوں جو کچھ خرچ کا بوجھ خود اٹھائیں ورنہ وقف کرنے والوں میں سے ان کو چُن لیا جائے گا جو کرایہ اور چھ ماہ کا خرچ لے کر ان ملکوں میں تبلیغ کیلئے جانے پر آمادہ ہوں گے جو اِن کیلئے تجویز کئے جائیں گے- اس چھ ماہ کے عرصہ میں ان کا فرض ہوگا کہ علاوہ تبلیغ کے وہاں کی زبان بھی سیکھ لیں اور اپنے لئے کوئی کام بھی نکالیں جس سے آئندہ گزارہ کرسکیں- اس تحریک کیلئے خرچ کا اندازہ میں نے دس ہزار روپیہ کا لگایا ہے- پس دوسرا مطالبہ اس تحریک کے ماتحت میرا یہ ہے کہ جماعت کے ذی ثروت لوگ جو سَو سَو روپیہ یا زیادہ روپیہ دے سکیں اس کیلئے رقوم دے کر ثواب حاصل کریں- غرباء کی خواہش کو مدنظر رکھ کر میں اس کی بھی اجازت دیتا ہوں کہ جو سو نہیں دے سکتے وہ دس بیس تیس یا زیادہ رقوم جو دہاکوں پر مشتمل ہوں ادا کریں' یا دس دس بیس بیس ماہوار کرکے اس میں شامل ہوجائیں- تمام غیر ممالک میں احمدیت کا جھنڈا گاڑنا نہایت اہم اور ضروری ہے- میں نے پہلے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے- چنانچہ ایک دفعہ کی تحریک پر ایک نوجوان جن کا نام کرم دین ہے' چپکے سے چلے گئے اور جہاز پر جاکر کوئلہ ڈالنے پر ملازم ہوگئے- اس طرح انگلستان جاپہنچے' جماعت نے سات آٹھ دن تک کھانا وغیرہ ان کو دیا اس کے بعد انہوں نے پھیری کا کام شروع کردیا اور ساتھ ہی کام بھی سیکھنے لگ گئے- اور اس وقت وہ انگلش ویئرہاؤس لاہور میں اڑھائی تین سو روپیہ تنخواہ پاتے ہیں- پس میں اس تجربہ سے بھی سمجھتا ہوں چھ سات ماہ کی مدت کام تلاش کرنے کیلئے کافی ہے اور اگر اس میں بھی کوئی کام پیدا نہیں کرسکتا تو وہ نالائق ہے- ایسے نوجوان باقاعدہ مبلّغ نہیں ہوں گے مگر اس بات کے پابند ہوں گے کہ باقاعدہ رپورٹیں بھیجتے رہیں اور ہماری ہدایات کے ماتحت تبلیغ کریں- پس

پہلے مطالبہ کو ملا کر یہ پچیس ہزار کا مطالبہ ہوا جس میں سے پندرہ ہزار کی فوری ضرورت ہے۔

جماعت سے قربانی کا پانچواں مطالبہ یہ ہے کہ تبلیغ کی ایک سکیم میرے ذہن میں ہے جس پر سو روپیہ ماہوار خرچ ہوگا اور اس طرح بارہ سو روپیہ اس کیلئے درکار ہے جو دوست اس میں حصہ لے سکتے ہوں' وہ لیں۔ اس میں بھی غرباء کو شامل کرنے کیلئے میں اجازت دیتا ہوں کہ وہ اس تحریک میں حصہ لینے کیلئے پانچ پانچ روپے دے سکتے ہیں۔

جماعت سے قربانی کا چھٹا مطالبہ یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ وقف کنندگان میں سے پانچ افراد کو مقرر کیا جائے کہ سائیکلوں پر سارے پنجاب کا دورہ کریں۔ اور اشاعتِ سلسلہ کے امکانات کے متعلق مفصل رپورٹیں مرکز کو بھجوائیں۔ مثلاً یہ کہ کس علاقہ کے لوگوں پر کس طرح اثر ڈالا جاسکتا ہے' کون کون سے بااثر لوگوں کو تبلیغ کی جائے تو احمدیت کی اشاعت میں خاص مدد مل سکتی ہے' کس کس جگہ کے لوگوں کی کس کس جگہ کے احمدیوں سے رشتہ داریاں ہیں کہ ان کو بھیج کر وہاں تبلیغ کرائی جائے وغیرہ وغیرہ۔

پانچ آدمی جو سائیکلوں پر جائیں گے' مولوی فاضل یا انٹرنس پاس ہونے چاہئیں۔ تین سال کیلئے وہ اپنے آپ کو وقف کریں گے۔ پندرہ روپیہ ماہوار ان کو دیا جائے گا۔ تبلیغ کا کام ان کا اصل فرض نہیں ہوگا اصل فرض تبلیغ کیلئے میدان تلاش کرنا ہوگا' وہ تبلیغی نقشے بنائیں گے۔ گویا جس طرح گورنمنٹ سروے (SURVEY) کراتی ہے وہ تبلیغی نقطہ نگاہ سے پنجاب کا سروے کریں گے۔ ان کی تنخواہ اور سائیکلوں وغیرہ کی مرمت کا خرچ ملا کر سو روپیہ ماہوار ہوگا اور اس طرح کل رقم جس کا مطالبہ ہے ساڑھے ستائیس ہزار بنتی ہے۔ مگر اس میں سے ساڑھے سترہ ہزار کی فوری ضرورت ہے جو دوست اس میں حصہ لے سکیں فوراً لیں۔ عام چندے ان چندوں میں شامل نہیں۔ اس تحریک میں بھی غرباء کو حصہ دلانے کیلئے میں اجازت دیتا ہوں کہ جو لوگ پانچ پانچ روپیہ اس مد میں مدد دے سکیں وہ بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں خواہ یکمشت یا پانچ روپیہ ماہوار کرکے۔ ہاں جو لوگ اس سے کم حیثیت رکھتے ہیں وہ نہ میرے مخاطب ہیں اور نہ ان کے ثواب میں کمی آتی ہے کیونکہ خداتعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔

اب آج کے خطبہ میں مَیں صرف یہ چھ مطالبات کرتا ہوں' بقیہ باتیں اگلی دفعہ بیان کروں گا۔ ایک بات سادہ زندگی کے متعلق ہے جس میں جو مرد' عورت' بچے شامل ہونا چاہیں وہ اپنا نام مجھے لکھ دیں۔ دوسرے وہ جو ۱/۵ سے ۱/۳ حصہ تک اپنی آمدنیوں میں سے وقف کرسکیں تین

سال تک ایسی رقم واپس نہیں ہوسکے گی اور تین سال کے بعد روپیہ یا جائداد کی صورت میں واپس ہوگی- تیسرے پراپیگنڈا کیلئے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جس کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے- جس میں سے پانچ ہزار فوری طور پر چاہیئے- چوتھی بات یہ ہے کہ تین نئے ممالک میں دو دو کرکے چھ آدمیوں کو کچھ کرایہ یا خرچ دے کر بھیجا جائے اور ہر سال وہاں ایک ایک آدمی اور ضرور بھیجا جاتا رہے- اس طرح بہت سے آدمی تھوڑے عرصہ میں ہی مختلف ممالک میں پہنچ جائیں گے- یہ خرچ اتنا کم اور اس کے نتائج اتنے اہم ہیں کہ جس کا ابھی اندازہ نہیں کیا جاسکتا- ہمارے ایک ایک مشن کا خرچ پانچ پانچ ہزار روپیہ سے زیادہ ہے مگر اس طرح پانچ ہزار سے تین نئے مشن قائم ہوسکیں گے- یہی پرانے زمانہ میں صوفیاء کا دستور تھااور ایسا ہی وقت اب ہمارے لئے آگیا ہے- پانچویں بات یہ ہے کہ سو روپیہ ماہوار کی ایسے ذرائع تبلیغ کیلئے ضرورت ہے جنہیں میں ظاہر نہیں کرتا- جن کے سپرد یہ کام ہوگا' انہیں پر اسے ظاہر کروں گا- اور چھٹی بات یہ ہے کہ سَو روپیہ ماہوار کی سارے پنجاب کے سروے کیلئے ضرورت ہے- یہ چھ باتیں ہیں جو آج میں پیش کرتا ہوں اور بھی تجاویز ہیں جو اگلے جمعہ مَیں بیان کروں گا- ایک طرف تو مالدار لوگ ساڑھے ستائیس ہزارروپیہ فوراً جمع کردیں- اور دوسرے نوجوان جنہوں نے اپنے نام پیش کئے ہیں دوبارہ غور کرکے مجھے اطلاع دیں کہ کیاوہ ان شرائط کے ماتحت غیر ممالک کو جانے کیلئے تیار ہیں یا سائیکل پر سروے کاکام ان کے سپرد کیا جائے تو کیاوہ اس کیلئے تیار ہیں- ترجیح غیر ممالک میں جانے کیلئے ان لوگوں کو دی جائے گی جو اپنا خرچ کرسکیں- سائیکلوں پر جانے والے آدمی محنتی ہونے چاہئیں- پھراخراجات میں کمی کرکے جو لوگ تین سال تک امانت کے طورپر بیت المال میں جمع کراسکیں' وہ بھی مجھے اپنے نام بتادیں- میں سمجھتا ہوں کہ جس جوش کے ساتھ دوستوں نے پہلے قربانیوں کیلئے اپنے آپ کو پیش کیاتھا- اس سے اگر آدھے جوش کے ساتھ بھی کام کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ مطالبات پورے نہ ہوجائیں- میں دعاکرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کیلئے بیش ازپیش قربانیوں کی توفیق دے اور کارکنوں کوبھی توفیق دے کہ جماعت کے اموال کودیانت کے ساتھ اورایسے طریق پر صرف کرسکیں کہ بہتر سے بہتر نتائج پیدا ہوں- وہ اپنے فضل اوربرکت کے دروازے ہم پر کھول دے- اورسلسلہ کی ترقی کاجو کام ہمارے ذمہ ڈالا ہے اسے خود ہی پورا کرے-

(الفضل ۲۵- نومبر ۱۹۳۴ء)

۱؎ البقرۃ:۲ تا ۴

۲؎ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ بدر

۳؎ عمدۃ القاری بشرح الصحیح البخاری جلد ۱۷ صفحہ ۸۰، ۸۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان ۱۴۰۲ھ

۴؎ بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش

۵؎ اسدالغابۃ جلد ۵ صفحہ ۴۴۱-۴۴۲ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان ۱۳۷۷ھ

۶؎

۷؎ سیرت ابن ھشام الجزء الثالث صفحہ ۱۰۰-۱۰۱ مطبعۃ مصطفٰی البابی الحلبی مصر ۱۹۳۶ء

۸؎

۹؎

۱۰؎ الضحٰی:۱۲ ۱۱؎ الاعراف:۳۲

۱۲؎ ترمذی ابواب المناقب باب فی مناقب ابی بکر الصدیق

۱۳؎ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ تبوک و ھی غزوۃ العُسرۃ

۱۴؎ بخاری ابواب صلٰوۃ الخوف باب قول اللّٰہ تعالٰی وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ

۱۵؎ الاحزاب:۲۹